پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

نماز میں صف بندی کی اہمیت

عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: أقیموا صفوفکم، فانی أراکم من وراء ظهری. وکان أحدنا یلزق منکبه بمنکب صاحبه، وقدمه بقدمه "اخرجه البخاری/ ۷۲۵ باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف/کتاب الأذان

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنی صفوں کو برابر کرلو میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں اور ہم میں سے ہر شخص اپنا مونڈھا اپنے ساتھی کے مونڈھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا تھا۔

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے اور نماز میں صفوں کی درستگی کا آپ کی زندگی میں بے پناہ اہتمام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صف بندی نماز کا ایک اہم حصہ اور جز ہے۔ صفوں کی درستگی کے بغیر نماز کے اتمام اور اس کے کامل صحت کی امید نہیں کی جاسکتی ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کی درستگی کا تاکیدی حکم دیا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرنے سے پہلے مصلیوں کی طرف متوجہ ہوکر صفوں کو درست فرماتے تھے اور اپنے دست مبارک سے مصلیوں کے سینوں اور کندھوں کو برابر فرماتے تھے اور مصلّی امامت سے بار بار صفوں کو درست کرنے کا اعلان فرماتے تھے تاکہ صفوں کی درستگی میں کوئی کمی باقی نہ رہے۔ مذکورہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوں کو درست کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تم لوگ صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صف کی درستگی سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے یعنی اگر صف درست نہیں ہے، صف کے اندر ٹیڑھا پن ہے یا صفوں کے بیچ جگہ خالی ہے تو صف کی عدم درستگی نماز کی صحت کی علامت نہیں ہے بلکہ بعض احادیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف کی عدم درستگی پر وعید کی ہے۔ حضرت ابومسعود بدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ صفوں کو برابر کرو آگے پیچھے نہ کھڑے ہو ورنہ تمہارے دل آگے پیچھے ہوجائیں گے یعنی دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اور میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو سمجھدار اور عقلمند ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں اور پھر وہ جو ان سے قریب ہوں عقل اور سمجھداری کے اعتبار سے۔ اسی طرح مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے جس کے راوی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں، سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح صف بندی کرو جس طرح فرشتے اللہ کے حضور صف بندی کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: فرشتے اللہ کے حضور کیسے صف بندی کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ "**یتمون الصفوف الاول ویتراصون فی الصف**" فرشتے پہلے اگلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

آج ہمارے یہاں مساجد میں صف بندی کے حوالے سے بڑی بے اعتنائی پائی جاتی ہے اور لوگ صفوں میں اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے وہ بالکلیہ صف بندی کی اہمیت سے غافل ہیں یا تو ان کو علم نہیں ہے یا صف بندی کو اہمیت نہیں دیتے۔ مذکورہ تمام احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز میں صف بندی واجب ہے صفوں کی عدم درستی سے انسان گناہگار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سنت نبوی پر عمل کریں اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہوجائیں تاکہ ہماری صفوں میں نہ کوئی کجی ہو اور نہ ہی کوئی خلاء اور یہی ایک نمازی کی پہچان ہونی چاہئے کہ جب وہ نماز کو آئیں تو سب سے پہلے سنت نبوی کے مطابق صف درست کریں پھر نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی نماز پوری کریں۔ ائمہ حضرات کو بھی چاہئے کہ اس تعلق سے لوگوں میں بیداری پیدا کریں صفوں کی درستگی کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں خاص طور سے صحیح بخاری کی ان احادیث سے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے **باب تسویة الصفوف عند الاقامة وبعدها، باب اقبال الامام علی الناس عند تسویة الصفوف، باب الصف الاول، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، باب اثم من لم یتم الصفوف اور باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف** کے تحت مذکورہ ابواب میں ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ صفوں کی درستگی سے متعلق ان تعلیمات سے واقف ہوسکیں۔ ہمیں نماز کا پورا پورا اجر وثواب مل سکے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق اور اس کی وعید سے بچ سکیں۔ رب العالمین ہم تمام لوگوں کو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ **وصلی الله علی النبی وسلم تسلیما کثیرا** ☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی　مولانا طٰہٰ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
اسلام اور احترام انسانیت ۷
اسلام اور بنیادی حقوق ۸
رحمت عالم کا فلک پیما اخلاق ۱۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک مثالی شوہر ۱۳
ناگہانی نظر ۱۵
مومن کا دل خوف وامید کے درمیان ۱۷
توبہ کرنے والوں کے لیے چالیس وصیتیں ۲۰
جماعتی خبریں ۲۲
مملکت سعودی عرب اور خدمت قرآن کریم ۲۴
۳۵ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بابت اعیان جماعت کے تاثرات (۲) ۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۹
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے ۳۱
کلینڈر 2025 ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

شام کی صبح امید

سرزمین شام جس میں برکتیں صبح وشام برستی اور اترتی رہتی ہیں وہ اس قدر خون آشام ہوجائے گی، کیا کسی کو اس کا اندازہ ہوسکتا تھا؟ جہاں ۶/لاکھ سے زیادہ انسان نہیں بلکہ مسلمان مارے جاچکے ہیں، وہ بھی ’’مسلمانوں‘‘ کے ہاتھوں، غیر کلمہ گو کے ہاتھوں نہیں۔ گویا ہم ہی کافی ہیں اپنے ہاتھوں مرنے کے لیے اور ہم متحد ہیں اس بات پر کہ کبھی متحد اور اتفاق واتحاد سے نہیں رہیں گے۔ البتہ دوسروں پر الزام ضرور دھریں گے کہ وہ ہم کو لڑا رہے ہیں، شیعہ کو سنی سے، صوفی کو تحریکی سے، سلفی کو خلفی سے، حنفی کو شافعی سے، مالکی کو حنبلی سے، ظاہری کو باطنی سے، عرب کو عجم سے، عراق کو ایران سے، افغانستان کو توران سے۔ یعنی عذر گناہ بدتر از گناہ است۔ ہم اپنا منصب ومقام اور کام اتحاد واتفاق اور وئام چھوڑ کر اور متحارب اقوام کو باہم شیر وشکر کرنے کے فریضہ **فأصلحوا بين أخويكم** کے درس قرآنی وایمانی کو بھلا کر عدوانی وطغیانی اور نافرمانی اور باہم دشمنی میں اپنا نام روشن کرتے جارہے ہیں۔

ایک کروڑ دس لاکھ سے زیادہ شامی مسلمان بے گھر ہیں اور ان میں سے تقریبا ۷۰/لاکھ شامی دنیا کے مختلف ملکوں میں غریب الدیاری، رفیوجی، پناہ گزینی اور ایک طرح کی جلا وطنی اور بے چارگی ولاچاری کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں اور خود اپنا ملک کھنڈرات میں تبدیل ہوچکا ہے۔

کل ہی کی بات ہے کہ اس کا حکمراں پتہ نہیں سالہا سال سے بڑی سے بڑی طاقت وقوت اور احتجاج کو مسلتے کچلتے آگے بڑھتا رہا اور دنیا کی تمام طاقتوں اور قوتوں کو بازیچۂ اطفال بناتا رہا، اب یہ دس دن میں کیا معجزہ ہوگیا کہ وہ خود بخود اس یلغار کو برداشت کرسکا، نہ اس کا مقابلہ کرسکا اور بہت آسانی سے صحیح وسالم ڈرامائی انداز میں بحسن وخوبی روس کی سرزمین میں مکین ہوگیا۔ بڑی طاقتیں، ان کے راڈار اور سارے اوزار وہتھیار اور آلات ومخترعات کو جل دے

گیا۔ حالانکہ وہاں ادنی انسان بھی ان کی نظروں سے بچ کرنہیں نکل سکتا تھا۔ بڑی طاقتوں کےتوازن بھی گویا بنتے بگڑتے رہتے ہیں، ورنہ ان کی دور بینی اور اتنی دیر بینی یا نابینائی ہماری موٹی عقل میں سمانہیں رہی ہے۔ ویسے بھی''رموز مملکت خویش خسرواں دانند'' بھی ایک حقیقت ہے۔ ہمیں اس چکر میں پڑنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟

ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اس وقت لوگ کہہ رہے ہیں کہ شام کی سرسبز، پیاری اور بہت بابرکت وزرخیز سرزمین جو کچھ دنوں سے مردم خور سرزمین بنادی گئی تھی، اب ظلم واستبداد کے پنجے سے آزاد ہوچکی ہے اور وہاں زندگی کی رمق دکھائی دینے لگی ہے۔ گویا اب شامیوں کو سانس لینے اور شام زندگی، طویل شب دیجور اور تاریک رات کے بعد صبح امن وامان اور چین وسکون اور فجر وسحر عافیت نصیب ہوئی ہے۔ میری دعا اور تمنا بھی یہی ہے کہ یہ دن ہر طرح سے روشن دن ثابت ہو، ہر طرح کی تیرگی کافور ہوجائے اور بلاتفریق تمام باشندگان شام کو امن وامان اور ہر طرح سے چین وسکون کا سامان حاصل ہوجائے، سب مل کر اجڑے ہوئے دیار کو پھر سے جلد از جلد باغ وبہار بنا دینے میں لگ جائیں اور ایسے شیر وشکر، باہم مربوط ومنظّم اور انما المؤمنون اخوة.

اور

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

کی روشنی میں سارے انسان جسد واحد بن جائیں، متحد علی قلب رجل واحد ہوکر تعمیر انسانیت اور تعمیر ملک وملت میں لگ جائیں اور تلخ ماضی کونسیا منسیا کردیں۔ مگر ماضی کی تلخیوں کو بھلانے کے ساتھ غلطیوں کو پھر نہ دوہرائیں اور جب آثار ودیار اور قرابت دار یاد آئیں تو یہ گنگناتے ہوئے گذر جائیں کہ

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

اب شام کی سرزمین کے یہ امین ان ساری امانتوں، دعاؤں اور اداؤں کو یادرکھیں جو ان کے اسلاف نے اسی سرزمین پر انتہائی خوفناک، ہولناک، درد ناک، تشویشناک اور نازک وقت میں اپنے غیر مسلم شامیوں کے ساتھ کیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے چالبازی، عیاری، ہوشیاری اور غداری دشمنوں اور غیر مسلم محاربین کے ساتھ بھی روانہیں رکھی تھی، بلکہ حالت صلح میں ان کی عہد شکنیوں اور خیانتوں کا جواب در پردہ اور جواب آں غزل کے طور پر بھی جائز نہیں سمجھا تھا، بلکہ اس کو قرآن کریم کی زبان میں خیانت گردانا جاتا تھا۔

ہوا یوں تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو فاتح شام تھے اور جو وہاں کی ترکتازیوں اور عساکر مسلمین کے سالار اعظم تھے، نے شام کے بہت سے علاقے کو فاتحانہ اپنے زیر نگیں کرلیا تھا۔ روم جو آپ سے برسر پیکار تھا، اس نے کچھ دنوں کے لیے آپ سے صلح کرلی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دوران روم کی تیاریوں کو دیکھ کر اپنی بھی تیاری اور پیش قدمی شروع کردی۔ اس صورت حال کا علم جب سن رسیدہ صحابی حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے میرے گھوڑے پر بٹھاؤ اور ایڑ لگادی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرتے ہوئے زور زور سے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر اور وفاءً لا غدراً (معاہد سے وفاداری کریں، غداری نہیں) لگانے لگے اور یہ آیت سنائی: ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الخَائِنِينَ﴾ (الانفال:۵۸) اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے، بے شک اللہ تعالی خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو داھیۃ العرب تھے اور قیصر روم بھی جن کی چالاکی، دانائی اور سیاست میں مہارت سے عاجز تھا، فوراً اس اقدام اور کام سے رک گئے۔ گویا عقد صلح کو کوئی خیانت اور غداری کرتے ہوئے سازشی طور پر توڑ دے تب بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس بدعہدی کا جواب سازشی اور سری طور پر بدعہدی سے دے۔ جیسا کہ قبائل یہود کی حرکتوں، سازشوں اور قریش کے ساتھ ساز باز اور عہد شکنی کے جواب میں اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت کے ساتھ اور قریش کی خیانت وبدعہدی جو بنوخزاعہ نے

بنو بکر کے معاملہ میں کیا تھا کو ان کے منہ پر مار دیا تھا۔ آج بلا تفریق مذہب ومسلک اور مشرب تمام لوگوں کو ایک ہو جانا چاہئے اور دنیا کو مزید ان کے ساتھ کھیل کھیلنے سے رک جانا چاہئے، کیوں کہ اب ظلم وہلاکت بہت ہو چکی۔

آج شامی بھائیوں کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ جو کچھ ہو گیا وہ بہت برا ہوا، ایک انسان کی ناحق جان لینا ساری انسانیت کے قتل کے برابر پاپ ہے اور وہاں ہزاروں نہیں لاکھوں لاکھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، جنگ وجدال اور سنگ وبم نے پورے ملک کو تہہ وبالا اور انتہائی تباہ وبرباد کر دیا ہے، مزید خونریزی، انتقام اور ظلم وزیادتی سے بچیں، بھول جائیں کہ یہاں کچھ ہوا تھا۔ یہ قوم بہت صلح جو، امن پسند، دین پسند اور انتہائی درجے لطف وکرم کرنے والی ہے اور عدل وانصاف، عفو ودرگذر اور معقولیت پسندی سے اس کا وجود رہا ہے، اس لیے یہ اس سنت کو زندہ رکھے گی۔

اہل شام اپنی شرافت ورواداری اور خیر خواہی وانصاف کے لیے بھی مشہور رہے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ شام کی غیر مسلم رعایا سے فتح کے بعد ان کی دیکھ ریکھ، اسلامی مملکت میں امن وسکون اور ایک عام شہری کی طرح تمام خیرات وبرکات سے فائدہ اٹھانے، تجارت کرنے، نوکری کرنے، کھیتی باڑی وغیرہ کو یقینی بنانے کے بدلے میں چند درہم یا دینار بطور جزیہ وصول کرتے تھے۔ اتفاقا یہ ہوا کہ مسلمانوں کو سال پورا ہونے سے پہلے حمص چھوڑنا پڑا، لیکن اس سے پہلے انہوں نے چونکہ جزیہ وصول کرلیا تھا اور مسلمانوں کی حکومت وہاں سے ختم ہو رہی تھی، لہٰذا مسلم حکومت کے حسب معاہدہ پورے سال تک ان کی جان ومال کی حفاظت اور دیگر حکومتی سہولت ان غیر مسلم رعایا اور جتنا کو نہیں دے پانے کی وجہ سے اس امت کے امین ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عام اعلان کر دیا کہ ہر وہ عیسائی، یہودی وقبطی جس نے جزیہ ادا کر دیا تھا وہ حکومت سے واپس لے لے، کیونکہ ہم واپس جا رہے ہیں، ہمارے لیے یہ مال حلال نہیں ہوسکتا اور اسلامی حکومت اس مال کو اپنی ملکیت میں رکھنے کی غلطی اور ظلم نہیں کرسکتی۔ چنانچہ اہل شام جوق در جوق آتے اور متعینہ بوتھ اور کاؤنٹر سے اپنا مال واپس لے جانے لگے، مگر حکومت، گورنر اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کی امانت کی ادائیگی کے بدلے اپنا دل دیئے جا رہے تھے۔ پورا شام جو متعدد جنگوں میں شکست وریخت اور تلواروں اور ان کے جھنکاروں سے مسلمان نہیں بن سکا تھا اور معدودے چند کے علاوہ ثابت ہی نہیں کہ عیسائی اور دیگر تلوار کے ڈر سے یا مال وجاہ کے ذریعہ مسلمان ہو گئے ہوں، اور اس وقت جبکہ کسی وجہ سے مسلمان پسپا ہو رہے تھے تو ان کے اخلاق کی مار سے شام کے لوگ حلقہ بگوش اسلام اور زرخرید غلام ہو گئے۔

گوستا لیبان اپنی کتاب حضارۃ العرب میں کہتا ہے:

''یہ سچی بات ہے کہ قوموں نے عربوں کی طرح رواداری کرنے والے فاتح نہیں دیکھے، نہ ان کے دین کی طرح کوئی دین دیکھا۔ مؤرخین اس بات سے نابلند نہیں رہے کہ یہ عرب فاتحین کی ایک حکمت عملی تھی جو ان کے فتوحات کی تیزی سے وسعت وپھیلاؤ کی سبب بنی۔''

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

''اسلام کے پہلے ادوار میں عربوں کا اخلاق ساری دنیا کے اقوام سے بہت زیادہ ترقی یافتہ تھا۔ مغلوب اقوام سے ان کا انصاف، ان کا اعتدال، ان کی رواداری، اور اقوام سے ان کا ایفائے عہد اور ان کی طبعی شرافت قابل غور اور دوسری اقوام کے سلوک اخلاق کی نقیض ہے۔''

کاش کہ اس وقت چاہے بعد از خرابی بسیار ہی سہی، فاتح ومفتوح سب کچھ بھول بھال کر تعمیر وطن اور اس روایت وامانت واخلاق کہن کے سزاوار ہو جائیں، تو پھر شام میں حیات نو اور ولولہ تازہ پیدا ہو جائے اور سب شاداں وفرحاں اپنے گھروں کو لوٹ جائیں اور چین وسکون کی زندگی پا جائیں۔

شام کی یہ سرزمین جس کے بارے میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **عليك بالشام فيها خيرة الله من ارضه يجتبى اليها خيرته من عباده فاما ان ابيتم فعليكم بيمينكم واسقوا من غدركم فان الله توكل لى بالشام واهله** (ابوداؤد) کہ (حالات جب نامساعد ہو جائیں تو) شام میں سکونت اختیار کر لینا۔ بلاشبہ یہ علاقہ اللہ عزوجل کا پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالی اپنے پسندیدہ بندوں کو اس میں جمع کرے گا۔ لیکن اگر تم اس سے انکار کرو تو پھر تم اپنے یمین کو اختیار کرنا اور اپنے تالابوں کا پانی پینا۔ بلاشبہ اللہ تعالی نے مجھے شام اور اہل شام کے متعلق فتنوں سے حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

وہ شام جس کے لیے ہمارے نبی مکرم ﷺ نے خصوصی طور پر: **اللهم**

بـارك لـنا في شامنا (ترمذی، اے اللہ ہمارے شام میں برکت فرما) جیسی دعائیں کی تھیں۔ انبیاء کی یہ سرزمین، صحابہ کی یہ سرزمین، اولیاء کی یہ سرزمین، کتاب وسنت کا مرکز وآماجگاہ، اور باغ وبہار اور اشجار انہار کی یہ سرزمین اور والتین والزیتون کی یہ سرزمین مزید خون مسلم اورخون انسان سے لالہ زار ہونے سے کیسے بچے؟ سب سے پہلے یہ خود بڑی طاقتوں کی ایمانداری اور احتساب نفس اورعربوں، ساری دنیا کے مسلمانوں، امن پسندوں اورانسانوں کی فکرمندی، توجہ اور ہرطرح کی اخلاقی ومالی اورروحانی مدد کی محتاج و مستحق ہے۔

تاریخ میں ایسے حالات بارہا آئے اور گئے۔ کیا اہل شام موجودہ حالات کو ابوداوٗد کی مذکورہ حدیث کے موافق نہیں بنا سکتے، اس حدیث پرعمل کرکے خیرات اور برکات سے مالا مال نہیں ہوسکتے اور بقیہ لوگ یہاں اس طرح کا بابرکت ماحول بنانے کی کوشش نہیں کرسکتے؟

آیئے ہم عہد کریں کہ ان کے استحکام، گھر واپسی اور بازآبادکاری کے لیے ہرجتن اپنی اپنی سطح پرکریں گے، کوئی بھی لفظ اورحرف زبان وقلم پرنہ آنے دیں گے جس سے ان کے اندر انتشار پیدا ہو اور نہ کوئی شوشہ چھوڑیں گے، بلکہ بصد الحاح واصرار دعا وآہ وزاری کریں کہ اس خطہ میں، غزہ میں اور یوکرین سمیت سارے عالم میں امن وامان اوراطمینان کا دوردورہ ہوتو فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَـذَا الْبَيْتِ الَّذِىْ أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْف کی تفسیر ومعانی کی روشنی میں وہ خود حق تعالی شانہ کی شکرگزاری کا دم بھریں گے۔

اے اللہ کے ان کے دلوں کو جوڑ دے، ان کے گناہوں کو معاف کردے اور ان کو بھائی بھائی بنادے اور اپنا پکا سچا اور ایمان والا بندہ بنالے، اور ان کی بگڑی بنادے، یہ دنیا اوراس کی سلطنت وحکومت عارضی چیز ہے اور توجب چاہتا ہے لے لیتا اوردے دیتا ہے، دراصل سارے خیر کا خزانہ تیرے ہاتھوں میں ہے، تو ہی ہرچیز پرقادر ہے۔

اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَن تَشَاء وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاء وَتُعِزُّ مَن تَشَاء وَتُذِلُّ مَن تَشَاء بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر.

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جواعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اورانہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اورصوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یااس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹرہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا ئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اورقدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اورعہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یااس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جوحضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا محمد ابراہیم مدنی

اسلام اور احترام انسانیت

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اس کے اصول اور تعلیمات محکم اور پائدار ہیں، اس میں فطری اقدار کی بھرپور رعایت ہے، اسلامی احکام کے مخاطب اور شریعت کے مکلّف بنو آدم ہیں، اس لیے اسلام نے انسانیت کی تکریم واحترام کا ایک جامع تصور اور بے مثال لائحہ عمل ودستور حیات دیا ہے۔اسلام احترام انسانیت اور امن وسلامتی کا علم بردار ہے، اور کائنات کے ہر فرد کو اس کی دعوت دیتا ہے بلا امتیاز رنگ ونسل، قوم ومذہب بنی نوع آدم کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کا درس دیتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں اس کے چند مظاہر کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

1-ارشاد ربانی ہے ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً'' (الاسراء/70)

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔

بحیثیت انسان یہ شرف اور فضل ہر کسی کو حاصل ہے چاہے مومن ہو یا کافر کیونکہ یہ شرف دوسری مخلوقات کے مقابلے میں ہے اور متعدد اعتبار سے ہے، شکل وصورت، قد وقامت اور ہیئت میں انسان ممتاز ہے، عقل انسانی اور اس کے فوائد واثرات سے حیوانات محروم ہیں، کائنات کی تمام چیزوں کو اللہ تعالی نے انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے، چاند، سورج، ہوا، پانی اور دیگر بے شمار چیزیں انسان کو فیض پہنچاتی ہیں، دنیا میں طرح طرح کے جانور اور خشکی وتری کی سواریاں، انواع واقسام کے لذیذ ومرغوب کھانے اور میوہ جات ومشروبات سب انسان کے لیے ہیں، یہ سب امور انسانیت کی تکریم کے اسباب ووسائل ہیں جو قدرت نے اسے عطا کی ہیں۔

2-انسانیت کی تکریم اور اس کی قدر وقیمت قتال وفساد کی حرمت کا سبب ہے، اسلام ناحق قتل کو حرام قرار دیتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے ''مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً وَلَقَدْ جَاءتْهُمْ رُسُلُنَا بِالبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيراً مِّنْهُم بَعْدَ ذَلِكَ فِيْ الأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ'' (المائدہ:32)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا اور ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں ظلم وزیادتی اور زبردستی کرنے والے ہی ہیں۔

3-احترام انسانیت اور قیام امن وسلامتی دونوں لازم وملزوم ہیں اور شریعت اسلامیہ نے دونوں پر خوب خوب زور دیا ہے، اس لیے فتنہ وفساد کو ممنوع اور منکر ہی نہیں بلکہ قتل سے زیادہ شدید قرار دیا ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے 'وَقَاتِلُواْ فِيْ سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِينَ (البقرہ:191-190)

لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

4-انسانی احترام ونفسانی تحفظ کا عظیم شاہکار فتح مکہ ہے، کفار قریش جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور دعوت اسلامی کو تکلیف دینے ،نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور انسانی واخلاقی تمام حدوں کو توڑ دیا تھا لیکن فتح وکامرانی پانے اور تمام اہل مکہ پر دسترس حاصل ہو جانے کے باوجود آپ نے عفو ودرگزر اور رحم وکرم کا ایسا مظہر پیش کیا جس پر کفار بھی ششدر تھے اور ''أبيحت خضراء قريش ، لاقريش بعداليوم'' کا قائل بھی تکریم انسانی کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔(مسلم/4722)

5-تکریم انسانیت وتحفظ نفوس اور بقائے باہم ہی کی وجہ سے اللہ تعالی نے ظلم کو حرام قرار دیا کیونکہ ظلم فساد انسانیت کا ایک بڑا سبب ہے، ظلم سماجی امن وسکون کو غارت کر دیتا ہے اور بنی نوع آدم کو کرب واضطراب سے دوچار کر دیتا ہے، اسی لیے حدیث قدسی میں آپ نے فرمایا ''يا عبادى انى حرمت الظلم على نفسى فلا تظالموا'' ......الحديث (مسلم/2577)

اے میرے بندو میں نے تمام تر قدرت کے باوجود اپنے لیے ظلم حرام کرلیا ہے لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

6-تکریم انسانی کا ایک مظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے ایک آدمی کو دوسرے پر تلوار اٹھانے سے منع فرمایا اور کہا " من حمل علینا السلاح فلیس منا "(بخاری:7070)

اور فرمایا" لا یشیر أحدکم علی أخیه بالسلاح فانه لایدری لعل الشیطان ینزع فی یده فیقع فی حفرة من النار (بخاری/7072)

ایک جگہ اور فرمایا " اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل و المقتول فی النار ، قلت یا رسول الله : هذا القاتل ، فما بال المقتول؟ قال : انه کان حریصا علی قتل صاحبه"(بخاری/6875)

7- اسلام میں انسانی حرمت وکرامت کی پاسداری کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی احترام انسانیت لازم اور ضروری ہے، اسلام تعلیم دیتا ہے کہ مردے کو پوری عزت واحترام کے ساتھ غسل دیا جائے، صاف ستھرا کفن پہنا کر خوشبو سے معطر کیا جائے، کندھوں پر اٹھا کر احترام سے لے جایا جائے نماز جنازہ پڑھی جائے اور جذبہ احترام سے سرشار ہو کر سپرد خاک کیا جائے۔

ایک بار ایک جنازہ سامنے سے گزرا، اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھڑے ہونے کا حکم دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا : یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:" ألیست نفسا "، کیا یہ نفس نہیں ہے۔(بخاری:1312)

8-احترام انسانیت ہی کا تقاضہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگی قیدیوں کے آرام کا برابر خیال رکھتے اور انہیں قتل کرنے کے بجائے فدیہ کے عوض آزاد کر دینا زیادہ پسند فرماتے تھے، بدری قیدیوں کے قتل کے مشورے کو آپ نے ترجیح نہ دیتے ہوئے ان کی رہائی کو پسند فرمایا تھا، گرچہ حالات کے پیش نظر انہیں قتل بھی کیا جا سکتا تھا۔

9-اسلام سے قبل جنگوں میں دشمنوں کے ساتھ انتہائی غیر انسانی رویہ اختیار کیا جاتا تھا، اسلام نے انسانی حرمت کے پیش نظر ان تمام غیر انسانی کاموں پر سختی سے پابندی عائد کی اور لاشوں کی بے حرمتی کو ناجائز قرار دیا، فوجوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ خبردار جنگ کے دوران بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے احترام انسانیت کا جو تصور پیش کیا ہے اس کی صداقت، پاسداری اور حقانیت کو آج تمام انسانوں کے ذہنوں میں بٹھانے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ ہر سطح پر صلح وآشتی، انسان دوستی اور احترام انسانیت کی فضا قائم ہو اور کسی بھی نہج پر انسانی حرمت وشرافت کی پامالی نہ ہو سکے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۴ کا)

مجبور کیا کہ تین دن انہوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں۔ شیخ الاسلام ابو العلاء ہمدانیؒ کو بغداد میں کسی نے اس حال میں دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی میں جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے۔

اس قسم کی ایک دو نہیں ہزاروں مثالیں ہیں جن سے ہمارے اسلاف کی زندگی بھری پڑی ہیں، ہمارے طلباء ان سے عبرت حاصل کریں۔ اور اپنے آرام وآسائش اور ان کی عسرت وتنگی کا موازنہ کریں۔ اور دیکھیں کہ انہوں نے تحصیل علم کے لئے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں اور کیسی عجز وانکساری اور صبر وتحمل کے ساتھ سراپا نیاز بن کر علم کو حاصل کیا۔ آج عربی مدارس میں طلباء کے قیام وطعام کا مفت انتظام ہوتا ہے، کتابیں مفت مہیا کی جاتی ہیں ارباب حل وعقد اپنی بساط بھر ہر طرح کی سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان اداروں سے وہ ثمرات برآمد نہیں ہوتے جن کی توقع کی جاتی ہے دن بدن تعلیمی معیار گرتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اخلاص وللہیت اور لگن طلباء میں مفقود ہے انھیں کھانے پینے میں ذرا کمی ہوئی یا پانی کی قلت ہوئی یا لائٹ اور پنکھے کی عدم سہولیت ہوئی یا کسی استاد سے ذرا کوئی شکایت ہوئی تو پھر اپنے تعلیمی مقصد کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور ایک شورش برپا کر دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنے اسلاف کی زندگیوں سے درس عبرت حاصل کریں۔

مطالعہ کتب: کتاب عربی کا لفظ ہے اس کا باب کتب یکتب کتابتاً ہے اس کے معنی اکٹھا کرنا ہوتا ہے اسے اس لئے یہ نام دیا کہ اس میں بہت سے علوم وفنون کی کتابیں موجود ہوتی ہیں۔ کتب (پالان) اس لئے کہا جاتا کہ وہ مختلف لکڑیوں کو جوڑ کر بنایا جاتا ہے۔ کتاب (مدرسہ) جس میں بے شمار طلبہ زیر تعلیم ہوں۔

علمائے سلف کا ذوق کتب بینی: ہمارے اسلاف کی علم سے کیسی والہانہ عقیدت تھی، تاریخ نے ان کی کتب بینی کے واقعات کو رقم فرما کر تاریخ عالم میں ایک نئی روح پھونک دی، ذیل میں چند علماء کا ذکر خیر ملاحظہ ہو۔

۱۔ امام ابن شہاب زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) بہت بڑے تابعی تھے، امام موصوف کے مطالعہ کتب کا یہ حال تھا کہ جب اپنے گھر میں کتب بینی کے لئے جاتے تو وہ ایسے مصروف ہو جاتے کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہتی ایک دن ان کی بیوی نے تنگ آکر کہہ دیا۔ خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

۲۔ علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ تمام عمر میں دو رات مطالعہ کتب نہ کر سکا ایک شب زفاف اور دوسری والدہ کی وفات کی شب میں۔

۳۔ حافظ ابن حجرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ رات ودن کی کثرت مطالعہ سے وجع المفاصل کی تکلیف ہو گئی تھی، لیکن بایں ہمہ مطالعہ میں کتاب رہتی تھی جس کو دیکھتے دیکھتے کبھی کبھی اوندھے منہ چہرے کے بل گر پڑتے۔ یہ تھا اسلاف کا ذوق مطالعہ وکتب بینی اس کے برعکس ہم نے کتابوں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ اسلامی فکر پیدا کریں اور مسلمان بچوں اور بچیوں میں عوامی، علمی اور ادبی لائبریریاں کھول کر اسلام کی تعلیمات کا درس دینے کا بندوبست کریں۔ تب ہی قوم میں ایک صحیح فکر پیدا ہوگی۔ جس سے ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پا سکے گا۔

اسلام اور بنیادی حقوق

محمد صہیب السّلفی، جامعہ اسلامیہ اکبر پور جمنی، یوپی

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو تمام بنی نوع انسانی کے جذبات واقدار کا احترام کرتا ہے۔تکریم انسانیت،خالق انسانیت کی طرف سے ہے۔ظلم وتشدد کو خالق نے حرام قرار دیا ہے۔اس کی شفقت ورحمت تمام انسانوں بلکہ تمام چرندو پرند پر عام ہے۔انسانیت کے کچھ بنیادی حقوق ہیں جن پر اسلام بہت ہی سختی سے عمل پیرا ہے۔خلفاء راشدین خاص طور سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس کے علمبر دار تھے۔

اسلام انسانوں کے خوراک اور رہائش کو فروغ دیتا ہے،ان کے خون کی پامالی کو روکتا ہے،ان کے مالوں کی حفاظت کرتا ہے۔ان کی عزت وآبرو کا خیال رکھتا ہے، ان کی چمڑیوں کو ادھیڑنے پر روک لگاتا ہے، ان کی ترقی اور اس کے وسائل کے اسباب فراہم کرتا ہے، ان کو زندہ رہنے کا حق دیتا ہے، ان کی ترقی اور اس کے وسائل کے اسباب فراہم کرتا ہے، ان کو زندہ رہنے کا حق دیتا ہے، ان کو مذہبی وسماجی اور سیاسی آزادی عطا کرتا ہے اور باہمی رواداری اور مساوات جیسا عظیم تحفہ عطا کرتا ہے جو کہ کسی مذہب میں عنقا نظر آتا ہے۔ساڑھے چودہ سو سال پہلے اسلام نے انسانیت کو یہ حقوق دیئے تھے۔مسلمان اس پر عمل کرتے رہے اور الحمد للہ آج تک بہت حد تک اس پر عمل کررہے ہیں۔

جنگ عظیم اول ودوم میں بہت ہی زیادہ اموات ہوئیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی تو ۲۵/اپریل ۱۹۴۵ء میں پچاس ملکوں نے سان فرانسکو امریکہ میں ایک میٹنگ کی جس کے نتیجے میں ''اقوام متحدہ'' کا قیام عمل میں آیا۔اور جس میں انسانی حقوق Human rights پر بحث کی گئی کہ انسانی حقوق پامال کئے جارہے ہیں اب ہم ان کی حفاظت کریں گے جس میں ۳۰ دفعات متعین کئے گئے جن میں سب سے اہم بنیاوی دفعات یہ تھے۔

۱۔امن وسلامتی ۲۔انسانی حقوق ۳۔ترقی

اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی لوگوں کو یہ حقوق دیئے تھے۔اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکار مکہ کے اندر جب تک رہے امن وسلامتی کے ساتھ رہے، کبھی بھی ہتھیار نہیں اٹھایا اور جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں بھی ہتھیار نہیں اٹھایا بلکہ آپ نے مدینہ کے آس پاس بسنے والی یہودی بستیوں سے معاہدہ کیا جو گیارہ دفعات پر مشتمل تھا۔ان میں سے کچھ دفعات مہاجرین وانصار کے لئے خاص تھے اور کچھ مسلمانوں اور یہودیوں کے لئے خاص تھے۔یہ امن وسلامتی، انسانی حقوق اور ترقی کی اعلیٰ مثال تھی۔

جہاں تک انسانی حقوق کا معاملہ ہے تو اسلام نے اس کی ایسی مثال پیش کی ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کرسکتا۔مہاجرین وانصار کے درمیان مواخاۃ قائم کرایا، ان کے قیام وطعام کا انتظام کیا اور پھر دھیرے دھیرے ان کے درمیان ترقی ہوئی بڑے بڑے تاجر بن گئے اور بڑی خوشحالی آگئی۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام نے جن بنیادی حقوق کی حفاظت کرکے انسانیت کا احترام کیا ہے وہ کیا ہیں؟ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔مذہبی آزادی ۲۔زندہ رہنے کی آزادی ۳۔جان کی حفاظت کا حق ۴۔مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا حق ۵۔انسانی مساوات کا حق ۶۔سیاسی معاملات پر چلنے کا حق ۷۔خوراک ورہائش کا حق ۸۔عدل وانصاف حاصل کرنے کا حق۔اب ان کا کچھ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں:

۱۔مذہبی آزادی کا حق: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سلسلے میں بالکل آزادی دے رکھی ہے۔فرمایا: لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ ۲۵۶) دین میں کوئی زبردستی نہیں اور فرمایا: فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف: ۲۹) اور اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ان کافروں جیسے آپ کے حلیف بنوضمرہ وغیرہ کے لئے برقرار رکھا تھا اسلام کے غالب آجانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے کہا تھا: فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم (التوبہ: ۷) جب تک وہ معاہدے پر باقی رہیں تب تک تم بھی معاہدے پر باقی رہو۔

۲۔زندہ رہنے کی آزادی: خالق کائنات نے ہر ایک کو پیدا کیا اور بلا تفریق سب کو زندہ رہنے کا حق بھی دیا۔کوئی بھی ناجائز طریقے سے یہ حق ان سے نہیں چھین سکتا ہے۔اس نے فرمایا ہے۔مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً (المائدہ: ۳۲)

۳۔جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا حق: خالق کائنات نے ہر انسان کو اپنی جان ومال اور اپنے دین کی حفاظت کا حق دیا ہے۔أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ

بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (الحج:۳۹)

۴۔انسانی مساوات کا حق: خالق کائنات نے حضرت آدم وحوا سے نسل انسانی کی تخلیق فرمائی۔ گویا کہ ہر انسان ایک دوسرے کے بھائی بہن ثابت ہوئے اور بہن بھائیوں میں محبت ہوتی ہے لہٰذا یہ محبت انسانوں میں برقرار رہنی چاہیے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہیں یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی فرمایا اور کہیں حدیث قدسی میں یاابن آدم کہہ کر خطاب کیا ہے۔ اوراس سلسلے میں حجۃ الوداع کا خطبہ جسے آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرام کے درمیان سنایا تھا وہ زریں حروف میں لکھنے کے لائق ہے۔

۵۔سیاسی معاملات پر چلنے کا حق: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد آپ نے آس پاس کے لوگوں سے جو معاہدہ کیا تھا اور جسے تمام لوگوں نے بسر وچشم قبول بھی کیا تھا وہ ایک زریں مثال ہے۔

۶۔خوراک ورہائش کا حق: مہاجرین بے گھر تھے۔ ان کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہیں تھے۔ کھانے کے لئے خوراک نہیں تھی اللہ کے رسول ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور سب مسائل حل ہوگئے بعد میں عہد صدیقی اور عہد فاروقی اس کی زریں مثالیں ہیں۔

۷۔عدل وانصاف کا حق: انسانیت کے ناطے کوئی بھی کسی پر کبھی بھی ظلم کرسکتا ہے۔ ایسی صورتحال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو انصاف حاصل کرنے کا حق دیا ہے۔ فرمایا: وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ:۸) اب آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو انسانیت کا احترام کرنے اوران کے بنیادی حقوق دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ
ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 26 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 10 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ

رحمت عالم کا فلک پیما اخلاق

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:"لم یکن رسول الله ﷺ فاحشا ولا لعانا ولا سبابا کان یقول عند المعتبة ما له ترب جبینه". (صحیح بخاری)

''نہ تھے رسول اللہ ﷺ فحش گو، اور نہ لعنت کرنے والے کسی کو، اور نہ کسی چیز کو، اور نہ تھے بد کہنے والے، اور کسی پر غصے ہوتے، تو فرماتے کیا ہوا ہے اس کو، اور کیا کرتا ہے وہ، خاک آلودہ ہو پیشانی اس کی''۔

فحش کے معنی ہیں، بدی کا حد سے گزر جانا، جواب اور کلام میں حد سے گزر جانا، زنا بہت سخت قبیح گناہ بے حیائی، اور اکثر استعمال فحش کا الفاظ جماع، اور اس کے متعلقات میں آتا ہے، کہ اہل فساد اور بے حیا اس میں عبارتیں صریحہ فاحشہ استعمال کرتے ہیں، کہ حیامند ان سے پرہیز کرتے ہیں، اور کنایہ اور ابہام پر اکتفا کرتے ہیں، یہاں تک کہ بول اور براز کو قضائے حاجت سے تعبیر کرتے ہیں، اور فحش کے معنی زیادتی، کثرت زنا اور معصیت کے بھی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ حضور ﷺ فاحش نہ تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب خلق عظیم حضرت محمد ﷺ جواب اور کلام میں کبھی حد سے نہیں گزرتے تھے، اور حیا کے سبب کبھی فحش لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے، بلکہ ابہام اور کنایہ سے کام لیتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ لذت جماع کے لیے حضور ﷺ نے لفظ عُسیلہ استعمال فرمایا، عربی زبان جاننے والے لفظ عُسیلہ پر عش عش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ لفظ استعمال کرکے ادب وحیا کا ایک دریا بہا دیا ہے، کیا مقام ہے رحمت عالم ﷺ کا کہ ساری زندگی فحش بات زبان سے نہیں نکلی، آپ کی عادت کے گلستاں میں ہمیشہ تہذیب، ادب، شائستگی، اور حیا کے پھول ہی کھلے ہیں۔

لعن کے معنی ہیں خدا کی طرف ہانکنا، اور اس کی رحمت سے دور کرنا، جب کہا جائے گا کہ اللہ نے لعنت کی، تو مطلب یہ ہوگا کہ خدا نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا، اور جب بندہ کسی پر لعنت کرے گا، تو معنی یہ ہوں گے کہ اس نے دعائے لعنت کی، اور برا کہا، کہ خدا اس کو اپنی رحمت سے دور کرے، جو شخص لعنت کا مستحق نہ ہو، اس کے لیے لعنت کی دعا کرنی سخت گناہ ہے، ہاں جس شخص کے بارے میں یقیناً معلوم ہو کہ وہ کافر مرا ہے، جیسے ابولہب، اور ابوجہل، ایسے شخص پر لعنت کر سکتے ہیں، اور لعنة اللہ علی الکافرین، ظالمین، کاذبین درست ہے کہ یہ خدا کی رحمت سے ہانکے گئے ہیں، بہشت سے باز رکھے گئے ہیں، اور ان کے لیے خلود دوزخ ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی غیر مستحق لعنت کے لیے دعائے لعنت نہیں کی، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہوا پر بھی لعنت نہ کرو، کیونکہ وہ مامور ہے، یہ بھی حضور ﷺ کے خلق عظیم کا ثبوت ہے کہ آپ لعان نہیں تھے، کسی کو خدا کی رحمت سے نہ ہانکتے تھے، نہ دور ہٹاتے تھے، کیونکہ یہ بدترین دعا ہے کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہو، جو خدا کی رحمت سے دور ہوا، وہ جنت میں کس طرح جا سکتا ہے۔

اور جب حضور ﷺ کسی پر غصہ ہوتے تو فرماتے: مَا لَـهُ کیا ہوا ہے اس کو، تَـرِبَ جَبِيـنُـهُ، خاک آلودہ ہو پیشانی اس کی، یعنی جب حضور ﷺ کسی پر سخت غصہ ہوتے، تو زیادہ سے زیادہ اتنا کہتے، بغیر نام لئے، کیا ہوا اس کو، اس کی پیشانی کو خاک لگے، اور ایک معنی میں یہ دعائیہ جملہ بھی ہو سکتا ہے، خاک آلودہ ہو پیشانی اس کی، یعنی سجدہ کرائے اللہ اس سے، کہ سجدے میں پیشانی پر خاک لگتی ہے۔

سبحان اللہ! یہ اللہ کے رسول ﷺ ہی کا خلق ایسا ہو سکتا ہے کہ غصہ کی حالت میں بھی کوئی سخت جملہ یا کلمہ زبان سے نہیں نکلتا۔

بساطِ کہکشاں پر ہے کمندِ ارتقا تیری
تری راہِ معین سے نہ آگے بڑھ سکے رہرو
تری فرخندگی ہے صبحِ ہستی کی طربناکی
تری موجِ تبسم رونقِ فردوس کا پر تو
تری نظروں سے پائی سر بلندی کوہساروں نے
خرام ناز سے تیرے نسیمِ صبح ہے خوش رو
ترے مشتاق داؤدؑ و سلیمانؑ یوسفؑ و عیسیٰؑ
بلالؓ و بوذرؓ و فاروقؓ و حیدرؓ ہیں ترے پیرو
(ثمر)

دس برس میں اف نہ کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: "خدمت النبي ﷺ عشر سنين فما قال لي أف ولا لم صنعت ولا ألا صنعت". (بخاری ومسلم)

''خدمت کی میں نے نبی ﷺ کی دس برس، نہیں کہا حضور ﷺ نے مجھ کو (دس برس کے دوران) اُف، اور نہ فرمایا مجھ کو حضور ﷺ نے کیوں یہ کام کیا تو نے، اور نہ فرمایا کیوں نہ کیا تو نے یہ کام''۔

رحمت عالم ﷺ جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے، تو انس ؓ کی والدہ نے انس ؓ کو حضور ﷺ کی خدمت میں چھوڑا، انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ دس سالہ خدمت کے دوران حضور ﷺ نے مجھ کو اف تک نہیں کہا۔

اُفّ کلمۂ نفرت ہے، ہوں، وائے، افسوس، آہ، کسی مکروہ اور ناپسند بات کو دیکھ کر یہ کلمہ منہ سے نکلتا ہے، نوکروں، ملازموں، خادموں سے ضرور غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، اوران کے مالک ان کو زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ بعض مالک غصہ میں آکر مارتے بھی ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کے خلق کی پاکیزگی، بلندی، اچھائی اور خوبی کا یہ عالم ہے کہ دس برس تک خدمت کے دوران حضور ﷺ نے انس کو اف تک نہیں کہا، ہوں تک نہیں کہا، حالانکہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ انس ؓ سے کوئی غلطی، یا کوتاہی نہ ہوئی ہو، اور تھے بھی وہ چھوٹی عمر کے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے کبھی یہ بھی نہیں کہا: لِمَ صَـنَـعْتَ. یہ کام تونے کیوں کیا، اور یہ بھی نہ کہا: ألا صَـنَـعْتَ. یہ کام تونے کیوں نہیں کیا۔ یعنی اگر کوئی کام نہ کرنے کا ہوتا۔ اور انس ؓ کر دیتے، تو حضور ﷺ نہ فرماتے کہ تونے کیوں کیا؟ اور اگر حضور ﷺ نے کوئی کام کرنے کو کہا ہوتا، اور انس ؓ نہ کرتے، تو حضور ﷺ کبھی نہ فرماتے کہ یہ کام تونے کیوں نہیں کیا؟

حضرت انس ؓ کے ساتھ حضور ﷺ کا یہ مشفقانہ اور کریمانہ رویہ آپ کے کمال حسن خلق پر دلالت کرتا ہے، میں تو کہوں گا کہ حضور ؐ کی یہ پرورش بھی ایک معجزہ ہے کہ دس سال تک خادم کو ہوں تک نہ کہا، اور کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر بھی نہ ٹوکا۔

واضح رہے کہ یہ باتیں دینی امور سے نہ تھیں، شرعی امر ونہی کا معاملہ نہ تھا، صرف دنیاوی امور تھے۔

ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبیارِ عجوس
ترے ہے نور سے ہر ذرہ جلوہ رازِ شموس

عدیم النظیر بردباری: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک یہودی عالم تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کئی ایک دینار یں قرض لینا تھیں، یہودی نے حضور ﷺ سے قرض کا تقاضا کیا، حضور ؐ نے فرمایا: اے یہودی! نہیں ہے میرے پاس کچھ کہ دوں میں تجھ کو بدلے دیناروں کے، یہودی نے کہا کہ جب تک آپ قرض نہ دیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، حضور ﷺ نے فرمایا: (اگر تو مجھے نہیں چھوڑتا) تو میں تیرے پاس بیٹھ رہتا ہوں، پس بیٹھ رہے حضور ﷺ ساتھ اس کے، اور (وہیں) پڑھی آپ نے نماز ظہر، اور عصر، اور مغرب، اور عشاء، اور فجر حضور ﷺ نے معلوم کیا جو کچھ صحابہ کرتے تھے ساتھ یہودی کے صحابہ ؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہودی روک رکھے آپ کو (اور نکلنے نہ دے)، فرمایا حضور ؐ نے: منع کیا ہے مجھ کو میرے رب نے کہ ظلم کروں میں ذمی عہد والے پر اور غیر اس پر (یعنی ایک تو میں نے اس کا قرض دینا ہے، دوسرے اس پر تم سے سختی کراؤں)، پس جب دن نکلا (صبح ہوئی) یہودی نے کہا: "أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أنك رسول الله" ''گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں''۔ اور آدھا مال میرا تصدق ہے راہ خدا میں (اسلام قبول کرنے کے شکرانہ میں) اور لیکن خدا کی قسم نہیں کیا میں نے آپ سے جو کچھ کہ کیا۔ (یعنی درشتی اور سختی) مگر تا کہ دیکھوں میں طرف صفت آپ کے جو تورات میں ہے کہ محمد ﷺ بیٹا عبداللہ کا، پیدائش اس کی مکہ میں ہے، اور جگہ ہجرت کی مدینہ میں ہے، اور ملک اس کا (یعنی عظمت اس کی) شام میں ہے، نہیں ہے بدزبان، اور نہ سخت دل، اور نہ چلانے والا بازاروں میں، اور نہ وضع اختیار کرنے والا فحش کی اور نہ بے ہودہ بات کہنے والا۔ گواہی دیتا ہوں میں (تورات کے حکم کے مطابق) کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ وهذا مالي فاحكم فيه بما أراك الله. اور یہ ہے مال میرا (اشارہ کیا اس کی طرف) پس حکم کرو اس میں ساتھ اس چیز کے کہ دکھائے آپ کو اللہ تعالی۔ (یعنی جو مصرف آپ اللہ کے حکم کے مطابق دیکھیں، وہاں اسے خرچ کر دیں) اور تھا وہ یہودی بہت مالدار''۔ (مشکوۃ، باب اخلاقہ وشمائلہ)

تورات میں حضور ﷺ کی صفات:

اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت، رسالت، صداقت، پاکیزگی، بردباری، تحمل، معاملات، حسن سلوک، اور فقر الی اللہ کے موضوع روشن ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے قرض لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت قرض لینا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض وہ لیتا ہے جو مفلس ہو، غنی اور دولت مند کو قرض لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، حضور ﷺ نے بوجہ مال نہ ہونے کے قرض لیا۔

(۲) باوجودیکہ وعدہ سے قبل یہودی نے قرض کا تقاضا کر دیا۔ اتنی سختی کہ آپ کو محبوس کر دیا، اور ایک جگہ بٹھا رکھا، پھر بھی حضور ﷺ نے کمال تحمل، بردباری، اور حوصلے سے کام لیا، حتی کہ پانچوں نمازیں آپ نے وہیں ادا کیں، آپ کا یہ کردار نبوت کے عین مطابق ہے، ورنہ ہمارے ہاں دو دو آنہ کے تقاضے پر قتل ہو جاتے ہیں۔ اخباروں میں ایسے واقعات ہم روزمرہ پڑھتے ہیں۔

(۳) صحابہ ؓ نے یہودی کو اس سختی پر ڈرایا دھمکایا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو منع کیا کہ یہودی کو کچھ مت کہو، عدل کا تقاضا یہ ہے کہ حق لینے والے کی مدد کرنی چاہئے۔

(۴) بالآخر جب صبح ہوئی، تو یہودی مسلمان ہو گیا ہے، اس نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ دیکھوں کیا تورات کے وعدے اور نشانوں کے مطابق آپ سچے رسول ہیں؟ پھر اس نے حضور ﷺ کی صفات اور نشانات جو تورات میں تھے ایک ایک کر کے گنائے، اور سب حضور ﷺ کی ذات میں پورے پورے پائے۔ اور توحید ورسالت کا اقرار کر کے صحابہ میں شامل ہو گیا۔

(۵) نصف مال تو علی الصبح کلمہ پڑھتے ہی اس نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر راہ خدا میں خیرات کر دیا۔ اور تورات میں مذکور حضور ؐ کی تمام صفات بیان کر کے، اور آپ کی صداقت اور محبت کا جام پی کر ایک بار پھر کلمہ پڑھ کر باقی مال بھی آپ کے قدموں میں لا حاضر کیا۔ اور درخواست کی کہ اسے اللہ کی مرضی کے مطابق جہاں آپ چاہیں راہ خدا میں خرچ کر دیں۔

☆☆☆

رسول صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک مثالی شوہر

مولانا آصف تنویر تیمی

اس دنیا میں اگر کوئی مکمل طور پر ہمارے لئے نمونہ اور رول ماڈل ہوسکتا ہے تو وہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ ان کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کو ہم دنیاوی واخروی معاملات میں اپنے لئے مقتدی اور پیشوا مان سکیں۔ اگر ہم اپنی دنیا وعاقبت بنانا چاہتے ہیں تو ہمارے عقیدے، ہماری عبادتیں، ہمارے معاملات اور ہمارے اخلاق وکردار سب رسول رحمت علیہ السلام کی طرح ہونے چاہئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رہنمائی صرف عبادات اخلاقیات ہی کی طرف نہیں کرتے بلکہ آپ ہمارے لئے عائلی اور گھریلو معاملات میں بھی رول ماڈل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جتنی موثر بیگانوں کے لئے تھی اتنی ہی گھر والوں کے لئے بھی۔ آپ جتنے اچھے قائد، جتنے اچھے سپہ سالار، جتنے اچھے ساتھی، جتنے اچھے پڑوسی، جتنے اچھے بیٹے، جتنے اچھے بھتیجے، جتنے اچھے باپ، جتنے اچھے نانا تھے اتنے ہی اچھے شوہر بھی تھے۔ آپ تمام انسانی اور اسلامی رشتوں کا کامل خیال رکھتے تھے کبھی کسی رشتے کی حرمت اور حقوق کو پامال نہیں ہونے دیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک بہتر فیملی میکر تھے۔ گھر کے تمام افراد سے آپ کے اچھے اور مستحکم رشتے استوار تھے سبھوں کو ان کا مقام دیتے تھے۔ کسی کو آپ سے گلہ شکوہ نہیں تھے۔ بالخصوص آپ اپنی تمام بیویوں کے لئے قابل رشک شوہر تھے۔ ظاہری معاملات میں سبھوں کے تئیں عدل وانصاف کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ بیویوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے نتیجے میں گھر میں سکون واطمینان پیدا ہوگا، گھر اور خاندان ترقی کرے گا، بچے ذہنی اور جسمانی لحاظ سے صحت مند ہوں گے جبکہ میاں بیوی کے کمزور یا خراب تعلقات سے پورا عائلی سسٹم بگڑ جائے گا گھر سے سکون اطمینان اور محبت والفت ختم ہوجائے گی اور اس کے منفی اثرات سے اسلامی معاشرہ فاسد ہوجائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ہر فرد کو بیوی سے خوشگوار رشتہ بنائے رکھنے پر زور دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم سب میں وہ بہتر ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے بال بچوں کے لئے سب سے بہتر ہوں'' (جامع ترمذی:3895) اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی سب سے اچھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے والے کئی اہم عناصر تھے:

1-آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھتے تھے۔ جب کبھی کسی سے غلطی کا صدور ہوتا تو فورا ٹوکتے اور درست راستے کے بارے میں بتلاتے۔ ایک دفعہ چند یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے مارے حسد سے بجائے ''السلام علیک'' کہنے کے ''السام علیک'' کہا جس کا معنی ہوتا ہے کہ آپ کو موت آئے۔ اماں عائشہ صدیقہ موجود تھیں، اپنے شوہر سے متعلق یہ بددعا سن کر اپنے اوپر ضبط نہ کرسکیں اور یہودیوں کو کھرا کھوٹا سنا ڈالا، ان کے لفظ کو دہرانے کے ساتھ انہیں لعنت ملامت بھی کی، یہ سن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے عائشہ! اللہ بڑا مہربان ہے، مہربانی اور نرمی کو تمام معاملات میں پسند کرتا ہے۔ اماں عائشہ نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ ان یہودیوں نے کیا کہا؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں نے بھی تو ''وعلیکم'' کہا ہے۔ یعنی تمہارے اوپر بھی۔

اس حدیث میں قابل غور پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اماں عائشہ سے جیسے زیادتی کو محسوس کیا فورا روکا اور انصاف کرنے کی تلقین کی اگرچہ فریق ثانی شدید مخالف اور بڑا دشمن ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک اچھا شوہر وہ ہے جو اپنے بال بچوں کو دین اور دنیا کی بہتر تعلیم دے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیا کرتے تھے. (حدیث ملاحظہ ہو: صحیح بخاری: 6927)

2-آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی بچوں کو اللہ کی عبادت میں اپنے ساتھ شریک کیا کرتے تھے۔ اماں عائشہ بتلاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے بیشتر حصے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور اس دوران میں ان کے سامنے لیٹی رہتی تھی۔ نماز کے اخیر میں جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی بیدا کرتے اس طرح نماز وتر میں میں ان کے ساتھ شریک ہوجایا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری: 512) کتنا خوبصورت ہوتا ہے رات کا وہ لمحہ جب زوجین رات کی تنہائی میں اللہ کے حضور کھڑے ہوتے، اس کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ جس گھر کے لوگ رات کے سناٹے میں اپنے خالق ومالک کو یاد کرتے ہوں کیا اللہ اپنے ان بندوں کو بے یار ومددگار چھوڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ ہر حال میں اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ''حالت حیض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے'' (صحیح بخاری: 297) یعنی بیوی سے دلجوئی بھی اور اللہ کی عبادت بھی۔

3- آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے بات چیت کرتے، ان سے ان کے حال واحوال اور ان کی ضروریات کو معلوم کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ علیہ عنہا سے

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب (رات کی نفلی) نماز سے فارغ ہوتے اور میں جگ رہی ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے ورنہ آپ بھی فجر کی اذان تک لیٹ جاتے۔ (صحیح بخاری: 1161)

عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذکر کرتی ہیں: ''کھانے سے قبل مجھے بلاتے اور مجھے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے۔ گوشت کا کوئی ٹکڑا لیتے میری طرف بڑھاتے میں جب اس سے کھا کر رکھ دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اٹھاتے اور وہیں اپنا منہ لگاتے جہاں میں نے اپنا منہ ڈالا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مشروب منگواتے اور خود پینے سے قبل مجھے دیتے، اس مشروب کا کچھ حصہ پی کر جب میں رکھ دیتی تو آپ اس کو لیتے اور اپنا منہ وہیں لگا کر پیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا''۔ (صحیح مسلم: 300) زوجین کی محبت کی یہ مثال کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی۔ اگر کوئی مسلمان اپنی بیوی سے اسی نہج پر محبت کرے تو کیا وہ بیوی اس کی نافرمان، مخالف، اور باغی ہوسکتی ہے؟ کیا بیوی اپنے شوہر کے رشتہ داروں بالخصوص شوہر کے والدین کی خدمت گزاری سے انکار کرسکتی ہے؟ قطعی طور پر نہیں۔ آج ہمارے معاشرے کو زوجین کے اسی محبت والفت کی ضرورت ہے، تاکہ مسلم معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکے، اور مسلمان گھرانے ترقی اور کامیابی کی راہ کو پاسکیں۔

4-آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صالح ظرافت بھی پائی جاتی تھی۔ اس ظرافت کا مناسب استعمال آپ اس وقت کرتے تھے جب اپنی بیوی وبچوں میں ہوتے تھے۔ اس کی ایک مثال اماں عائشہ بیان کرتی ہیں: ''ایک دن سودہ بنت زمعہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی) میرے گھر آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوئے اور ہم دونوں کے مابین بیٹھ گئے۔ آپ کے بیٹھنے کا یہ انداز تھا کہ آپ کا ایک پاؤں میری گود میں اور دوسرا پاؤں سودہ کی گود میں تھا۔ سودہ کی ضیافت میں میں نے ''حریرٗ'' (گوشت، پانی اور آٹا سے تیار ایک طرح کا کھانا) پکایا اور انہیں دسترخوان پر بلایا، سودہ نے کھانے سے منع کیا، میں نے باصرار انہیں کھانے پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ تیار نہیں ہوئیں، جس پر میں نے کہا: اگر نہیں کھاؤ گی تو ''حریرٗ'' تمہارے چہرے پر ڈال دوں گی، اور حریر کا کچھ حصہ میں نے ان کے چہرے پر پھینک دیا، یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے، جب آپ نے مجھے سودہ سے مذاق کرتے دیکھا تو اپنا پاؤں ان کی گود سے ہٹایا تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے سکیں، پھر سودہ نے بھی میرے چہرے پر حریر ڈالا، ہم دونوں کے بیچ ہونے والے اس مذاق کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے''۔ (سنن نسائی کبری: 8868) آج کے فاسد معاشرے نے ایک شوہر کی کئی بیویوں کو آپس میں دشمن بنادیا ہے۔ سوکنوں کے روز روز کی لڑائی بھڑائی سے پورا پڑوس پریشان رہتا ہے۔ ان کے درمیان ضیافت، آمدورفت اور ہنسی مذاق تو بہت دور کی بات ہے۔ گھر کا یہ پیارا ماحول یونہی نہیں بنتا ہے بلکہ اس کے لئے میاں بیوی دونوں کو محنت کرنی پڑتی ہے، ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنا پڑتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے۔

5-آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان پائی جانی والی غیرت اور بشری غم وغصے کو بڑے اچھے انداز میں ختم کیا کرتے تھے۔ بشری تقاضے کے مطابق ہر گھر میں مسائل ومشاکل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آپس میں ان بن ہوتی رہتی ہے۔ لیکن گھر کے مکھیا اور نگراں اعلی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مسائل کو حکمت ومصلحت سے حل کرے۔ اور بھلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معاملہ فہم کون ہوسکتا ہے؟

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اتنا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی پر غیرت نہیں آتی تھی جتنی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) پر آتی تھی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا تک نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ان کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ بسا اوقات بکری ذبح کرتے اس کی بوٹیاں بناتے اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلیوں کو بھیج دیتے۔ آپ کے اس تعامل میں سے میں کبھی بہت زیادہ غیرت میں آجاتی اور کہہ دیتی: ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت تھی ہی نہیں۔ آپ آپ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی خوبیوں کو بیان کرنے لگتے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری: 3818)

عائلی زندگی میں اتار چڑھاؤ لازمی ہے، ہمیشہ معاملات یکساں یا متوازن نہیں ہوتے، کھٹ پٹ ہوتی رہتی ہے۔ ایسے میں حالات کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ گھریلو معاملات بگڑنے سے بچ جائیں۔ حالات پر نگاہ نہ رکھنے کی وجہ سے آج عائلی نظام میں جو ابتری پھیل رہی ہے وہ کسی عقل مند سے مخفی نہیں۔ اس حوالے سے گھرانہ نبوت میں رونما ہونے والے ایک حادثہ کو پڑھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت ودانائی پر مبنی فیصلے کو ملاحظہ کریں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے کسی کے یہاں تشریف فرما تھے، اسی دوران کسی بیوی نے ایک پلیٹ کھانا آپ کو بھیجا۔ جس بیوی کے گھر میں آپ تھے اس نے کھانا لانے والے خادم کے ہاتھ پر مارا، جس سے کھانا گرگیا اور پلیٹ ٹوٹ گئی۔ پلیٹ کے ٹوٹے ہوئے حصے کو آپ نے اکٹھا کیا اور منتشر کھانے کو آپ نے اس پلیٹ میں رکھا۔ اس برتاؤ سے آپ ملول خاطر ہوئے اور موجود خادم سے مخاطب ہوکر کہا: ''تمہاری ماں کو غیرت آگئی''۔ آپ نے خادم کو روک کر ٹوٹی ہوئی پلیٹ کی جگہ نئی پلیٹ دی، اور ٹوٹی ہوئی پلیٹ کو توڑنے والی بیوی کے لئے چھوڑ دیا''۔ (صحیح بخاری: 5225) اللہ ہم سب کو رسول رحمت علیہ السلام کی طرح مثالی اور کامیاب شوہر بننے کی توفیق بخشے۔

☆☆☆

مولانا محفوظ فیضی، مئو

ناگہانی نظر

کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی نامحرم اور اجنبی عورت کو خواہ مخواہ دیکھے، اگر کبھی اچانک نظر پڑ جائے تو گرچہ وہ معاف ہے، لیکن یہ معاف نہیں کہ آدمی پہلی ناگہانی نظر میں جہاں کوئی لذت اور کشش محسوس کرے وہاں پھر نظر دوڑائے، یا اس نادیدنی منظر پر نظر پڑی رہنے دے اسے دیکھتا رہے، یہ بدنگاہی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدنگاہی اور دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری اور زنا سے تعبیر فرمایا ہے، ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے، ایسے نادیدنی منظر کو دیکھنا آنکھ کا زنا ہے، (بیوی کے علاوہ کسی عورت سے) لگاوٹ کی بات چیت کان کا زنا ہے، آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے، ہاتھ لگانا اور ایسے ناجائز مقصد کے لئے چلنا پاؤں کا زنا ہے، بدکاری کی یہ تمہیدیں جب پوری ہوچکتی ہیں تب شرمگاہیں یا اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل سے رہ جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم)

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی وغیرہ میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ **سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجأۃ، فأمرنی أن أصرف بصری** (میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں؟، تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں فوراً اپنی نگاہ پھیرلوں)

مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ، فان لک الأولی، ولیست لک الآخرۃ** اے علی! نظر پر نظر پڑی نہ رہنے دینا، تمہارے لئے پہلی نظر تو معاف ہے، (جو ناگہانی اور غیر ارادی ہو) لیکن دوسری مزید نظر معاف نہیں (کیونکہ وہ غیر ارادی نہیں، وہ تو ارادی ہے، پہلی ناگہانی نظر کے بعد دوسری اور مزید نظر خود سے نہیں پڑی رہ جاتی ہے، بلکہ قصداً و ارادۃً اسے پڑی رہنے دی جاتی ہے تب پڑی رہتی ہے، وہ ارادی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ارادی بدنگاہی اور دیدہ بازی ہے، لہٰذا وہ معاف نہیں۔ اسی طرح اگر پہلی نظر بھی ارادی ہو، قصداً و ارادۃً ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہے۔ انما الاعمال بالنیات مدار حکم نیت وارادہ ہے، جو معاف ہے، وہ ناگہانی غیر ارادی نظر ہے۔

قرآن حکیم میں جو مومن مردوں وعورتوں کو غض بصر (نظر بچائے رکھنے) کا حکم دیا گیا ہے اس کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ پہلی ناگہانی نظر کو نادیدنی منظر سے فوراً ہٹا لیا جائے، اسے فوراً ہٹا لینے کے بجائے مزید پڑی رہنے دینا ظاہر ہے کہ غض بصر کے حکم کے خلاف ہے، نظر بچائے رکھنے کا جو حکم ہے یہ اس کی صریح خلاف ورزی ہے۔ نیز یہ حدیث شریف لیســـت لك الآخـــرۃ یعنی تمہارے لئے پہلی ناگہانی نظر کے بعد دوسری اور مزید نظر جائز نہیں ہے) کی بھی صریح مخالفت ہے، اس لئے یہ گناہ اور موجب ملامت ومواخذہ ہے۔ یہ سب قرآن وحدیث کی رو سے بالکل ظاہر اور واضح ہے، اس میں کوئی اشکال وابہام نہیں ہے۔

بندۂ مومن کی دینداری اور عفت و پاکیزگی کا تقاضا یہ ہے کہ اچانک بھی کسی نادیدنی منظر پر نگاہ پڑ جائے تو اسے سخت انقباض اور افسوس ہو کہ العیاذ باللہ ایسا ہو گیا، اور وہ بدنگاہی کی برائی سے بچنے کی نیت سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس نادیدنی منظر سے نگاہ فوراً ہٹا لے تو یہ غض بصر اور یہ صرف نظر بجائے خود نیکی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے سورہ (النازعات: ۴۰۔۴۱) میں ارشاد فرمایا: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو بری خواہش سے روک لیا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے) صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ:

"اذا أراد عبدی أن یعمل سیئۃ فلا تکتبوھا علیہ حتی یعملھا فان عملھا فاکتبوھا لہ بمثلھا، وان ترکھا من أجلی فاکتبوھا لہ حسنۃ" (جب میرا کوئی بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو محض ارادہ کرنے پر ہی اس کے نامۂ اعمال میں وہ برائی نہ لکھ دو تا آنکہ وہ اسے عملاً انجام دے دے۔ پس اگر وہ برائی کر گذرے تو اسے ایک برائی لکھ دو، اور اگر وہ اس برائی کو (جس کے کرنے کا اس نے ارادہ کیا تھا) میری خاطر سے (مجھ سے ڈر کر میری رضا کے لیے) چھوڑ دے تو اسے اس کے لیے نیکی لکھ دو) مسند احمد میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

"ما من مسلم ینظر الی محاسن امرأۃ ثم یغض بصرہ الا أخلف اللہ لہ عبادۃ یجد حلاوتھا" (جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے محاسن (یعنی حسن وجمال) پر پڑے، اور وہ اس سے اپنی نظر فوراً ہٹا لے تو اللہ اس کی عبادت میں لطف ولذت پیدا کر دیتا ہے، اور طبرانی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی

حدیث قدسی میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''**ان النظر سهم من سهام ابليس، مسموم، من تركها مخافتي أبدلته ايمانا يجد حلاوتها في قلبه**'' (نگاہ ونظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا، میں اس کے بدلے اس کو ایسا ایمان (سکون واطمینان) دوں گا جس کی حلاوت ولذت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اگر کوئی نادیدنی منظر سے ناگہانی نظر ہٹا تو لے، لیکن اس ناگہانی نظر پر انقباض وتاسف کے بجائے وہ دل ہی دل میں یک گونہ خوشی اور لطف ولذت محسوس کرے کہ کیسا خوب منظر تھا اور نظر سے اوجھل ہونے کے باوجود دیدہ ودل اس خوش منظر کو گویا دیکھتے رہیں، اور لطف ولذت لیتے رہیں، تو یہ تلذذ، یہ لذت اندوزی دل کا ارادی عمل ہے، اور یہ دل کا ایسا فعل بھی نہیں ہے کہ جس کے دفع پر بندہ قدرت نہ رکھتا ہو، یہ اکتساب قلب ہے جو قابل مواخذہ ہے، **ولكن يؤاخذكم بما كسبت قلوبكم**۔ (مسند احمد، ترمذی وغیرہ کی ایک ذرا طویل حدیث میں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''......**ورجل لم يرزقه الله مالا ولاعلما، فهو يقول لو كان لي مالا لعملت فيه يعمل فلان، فهما في الوزر سواء**'' (......ایک ایسا شخص ہے جس کو اللہ نے نہ مال دیا ہے نہ علم دیا ہے، وہ کہتا ہے (ارادہ وعزم رکھتا ہے) کہ اگر میرے پاس بھی دولت ہوتی تو فلاں شخص کی طرح میں بھی خوب جاو بے جا لٹاتا (نفسانی خواہشیں پوری کرتا) آپ ﷺ نے فرمایا: تو یہ اور وہ (فلاں) دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ (مسند احمد، ترمذی وغیرہ)

درحقیقت برائی کا پختہ ارادہ اور عزم قابل مواخذہ اعمال قلوب میں سے ہے، جیسے کوئی اللہ رب العالمین کے وجود یا اس کی وحدانیت کے بارے میں، یا رسول اللہ ﷺ کی رسالت یا آخرت کے بارے میں دل میں شک کرے۔ اگرچہ زبان سے شک کا اظہار نہ کرے، تو یہ شک کرنا گرچہ دل کا فعل ہے، عمل قلب ہے، لیکن یہ اللہ علیم بذات الصدور کے نزدیک قابل مواخذہ ہے، یہ قابل مواخذہ اعمال قلوب میں سے ہے۔

اور اوپر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مسلم میں جو یہ وارد ہے کہ: اذا أراد عبدي أن يعمل سيئة فلا تكتبوها عليه حتى يعملها. (یعنی جب کوئی بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو محض ارادہ کرنے سے پر اس کے نامۂ اعمال میں برائی نہ لکھو حتی کہ وہ اسے عملا انجام دے دے) تو اس کا تعلق اعمال قلوب سے نہیں اعمال جوارح سے ہے، سیئات جوارح سے ہے، دل کے علاوہ دیگر اعضاء وجوارح کے اعمال سے ہے۔

اعمال قلوب کی مختلف صورتیں اور قسمیں ہیں مثلا ایک عمل وسوسہ ہے، دل میں کسی برائی کے کرنے کے بارے میں بس وسوسہ پیدا ہو، برائی کا خیال آئے اور جائے، آمد ورفت وگذشت، تو بیشک اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، یہ معاف ہے، اعمال قلوب کی اقسام اور اس کے مراحل ومراتب، قابل مواخذہ وناقابل مواخذہ اعمال قلوب کے تفصیلی علم کے لیے ''فتح الباری: ۱۱/۳۲۳-۳۲۹، حدیث نمبر: ۶۴۹۱'' کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر جامع بحث تحریر فرمائی ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ نے حسنات وسیئات کو بیان کر دیا ہے، سو جس نے نیکی کا ارادہ کیا، لیکن اس پر عمل نہ کر سکا تو اللہ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دے گا، اور اگر نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کیا بھی تو اللہ اس کے لیے دس نیکی سے سات سو نیکی اور اس سے بھی بہت زیادہ نیکی لکھے گا، اور جس نے برائی کا ارادہ کیا، لیکن اسے کیا نہیں تو اللہ اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھے گا، اور اگر برائی کا ارادہ کیا اور اسے کیا بھی تو اللہ اسے اس کے لیے ایک ہی برائی لکھے گا۔

مذکورہ بالا حدیثوں کی روشنی میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ برائی کا ارادہ کیا، لیکن پھر اللہ کے خوف سے اس کے ارتکاب سے باز رہا تو یہ اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی، امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ برائی کا ارادہ کیا اور اس برائی کو کرنا ہی چاہتا تھا، مگر اللہ کو یاد کر کے نہیں، اللہ کے خوف سے نہیں بلکہ کسی مانع اور رکاوٹ پیش آجانے کی بنا پر اس برائی کو کر نہیں سکا تو اسے بھی نیکی لکھا جائے گا، ہرگز یہ مطلب نہیں ہے، کیونکہ ایسا ارادۂ سیئہ، مجرد ارادہ اور وسوسہ نہیں، قلبی عمل ہے، اکتساب قلب ہے جو قابل مواخذہ ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/۳۲۶)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مومن کا دل خوف وامید کے درمیان

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

بندۂ مومن کی یہ شان ہے کہ وہ خوف وامید کے درمیان جیتا ہے۔اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے لیکن ڈر ایسا نہیں کہ رحمت الٰہی سے مایوس ہوجائے، اسی طرح امید اتنی نہیں کہ ڈر کا احساس ختم ہوجائے۔ پسندیدہ کیفیت یہ ہے کہ جب صحت وتندرستی کی نعمت سے سرفراز ہوتو خوف وامید دونوں اس کے دل میں برابر رہیں اور بیماری کی کیفیت ہوتو امید فزوں تر ہوجائے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی ذات سے ڈرتے رہنے کا حکم فرمایا اوراسے لازمی قرار دیا نیز اسے ایمان کی شرط قرار دیا چنانچہ فرمایا: وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران:۱۷۵) ترجمہ:''اور میرا ہی خوف رکھو اگر تم مومن ہو۔'' مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً (السجدۃ:۱۶) ترجمہ: وہ اپنے رب کو خوف اورامید کے ساتھ پکارتے ہیں۔نیز فرمایا: جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ (البینۃ:۸) ترجمہ:''ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔یہ ہے اس کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔'' اورفرمایا: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ (الرحمٰن:۴۶) ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کھائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

اللہ کا خوف اعلیٰ درجہ کا نیک عمل ہے اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی سزا، اس کے غصہ اورحرام کاموں کے ارتکاب اور فرض یا واجب میں سستی وکوتاہی کے باعث انتقام کے ڈر سے دل بے چین ہوجائے اوراس بات سے ڈرنے لگے کہ اس کا حال جہنمیوں جیسا نہ ہوجائے۔اللہ کا خوف مومن کے دل میں چراغ کی حیثیت رکھتا ہے۔اگر یہ کسی دل سے نکل جاتا ہے تو وہ دل تاریک اورویران ہوجاتا ہے۔اللہ کا ڈر مومن کو حرام کاموں کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے اوراللہ کی ناراضگی اوراس کی لعنت سے روکتا ہے۔شرعی نقطہ نظر سے پسندیدہ خوف وہ ہے جو نیکیاں کرنے اور برائیوں سے بچنے پر آمادہ کرتا ہے۔لیکن یہی خوف اگر ضرورت سے زیادہ ہوجائے تو اللہ کی رحمت سے مایوسی وناامیدی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اوراس کے نتائج بڑے ہی سنگین ہوتے ہیں۔

جہاں تک امید کی بات ہے تو یہ بہت ہی عمدہ عمل ہے اورمومن کے دل میں اللہ کی رضا، اس کی محبت اور جنت کی حرص پیدا کرتا ہے۔شریعت کے احکام کی اتباع، بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے کا جذبہ اس سے پیدا ہوتا ہے۔جس کی بدولت انسان آخرت کے اندر نفع بخش اعمال میں اپنا تمام تر وقت لگانے کی کوشش کرتا ہے۔

مؤمن کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب پیش قدمی میں خوف ورجا کے درمیان ہونا چاہیے تاکہ عبادت میں اعتدال قائم رہے اور کوئی بھی جانب ایک دوسرے پر غالب نہ آجائے۔اگر نفس برائی کی دعوت دے تو اللہ کا ڈر یاد آجائے۔اگر نفس کسی واجبی عمل کو چھوڑنے کے لیے کہے تو اللہ کی رحمت کی امید جاگ جائے۔اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ (الاسراء:۵۷) ترجمہ:''جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے اور خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اوراس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا: أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِداً وَقَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ (الزمر:۹) ترجمہ:''بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو (اور جو اس کے برعکس ہو برابر ہوسکتے ہیں ہیں)۔''

اسی لیے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دل کی مثال پرندے کی سی ہے، محبت اس کا سر اور خوف ورجا اس کے دو بازو ہیں۔'' یعنی اڑان کے لیے ضروری ہے کہ دونوں بازو کام کریں ورنہ اڑنے کی طاقت ختم ہوجائے گی۔مومن کے لیے مناسب ہے کہ تندرستی اور فراوانی نیز شہوت کے غلبے کے وقت ڈر کا پہلو غالب رہے اور مرض، ناامیدی اور دنیا سے جانے کے وقت امید کا پہلو غالب رہے۔

ایمان کی بدولت انسان کے اندر اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہوتا ہے اور دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے۔ورنہ انسان جو چاہے کرتا پھرتا ہے اسے انجام کی پرواہ نہیں ہوتی۔لیکن یہ خوف ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ انسان کو مایوسی وناامیدی کا شکار کردے یا اللہ کی عبادت میں ایسا منہمک کردے کہ اپنے نفس کی بھی پرواہ نہ رہے اوراسے نقصان پہنچانے پر اتارو ہوجائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر:۵۳) ترجمہ:''(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے

میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ۔ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔''

ایک مسلمان کو عبادت وغیرہ میں میانہ روی سے کام لینا چاہیے اور ڈر وخوف کے باعث اپنے آپ کو نقصان پہنچانے پر آمادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ تین لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اوران سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العلمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دلائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور مغفرت میں چھپالے۔ تمہیں چاہیے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ صبح اورشام، اسی طرح رات کو ذرا سا چل لیا کرو اوراعتدارل کے ساتھ چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، ان کے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ کہا: فلانی ہے، یہ سوتی نہیں، اوروہ اس کی نماز کا تذکرہ کرنے لگیں، آپ نے فرمایا: ''ایسا مت کرو، تم اتنا ہی کرو جتنے کی تم میں سکت اور طاقت ہو، اللہ کی قسم! اللہ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا، لیکن تم (عمل کرتے کرتے) تھک جاؤ گے اسے تو وہ دینی عمل سب سے زیادہ پسند ہے جسے آدمی پابندی سے کرے۔'' (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دو کھمبوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ دریافت کیا یہ رسی کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: یہ زینب کی رسی ہے جب (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہے تو اس میں لٹک جاتی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ اس رسی کو کھول دو۔ آدمی کو تبھی تک نماز پڑھنی چاہیے جب تک چستی رہے۔ جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ (بخاری ومسلم)

کتاب وسنت سے ماخوذ شریعت کے قواعد خوف ورجا کے فارمولے سے بھرے پڑے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (الاعراف:۹۹) ترجمہ: ''اللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔'' دوسری جگہ فرمایا: إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف:۸۷) ترجمہ: ''یقیناً اللہ کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔'' ایک اور مقام پر فرمایا: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (آل عمران:۱۰۶) ترجمہ: جس دن بعض چہرے سفید ہونگے اور بعض سیاہ۔''

خوف ورجا دونوں اس آیت میں جمع ہیں: إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (الاعراف:۱۶۷) ترجمہ: بلاشبہ آپ کا رب جلدی ہی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔'' یعنی اس آیت کریمہ میں سزا کا ذکر ہے تو اللہ کی رحمت ومغفرت کی بھی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (الانفطار:۱۳،۱۴) ترجمہ: ''یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش وآرام اور) نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔'' یہاں نیکوکاروں کے عیش وآسائش کا ذکر ہے جو امید افزا ہے تو بدکاروں کے لیے جہنم کے عذاب کی یقین دہانی کرائی گئی ہے جو دلوں کو جھنجھوڑ دینے والی ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (القارعۃ:۶-۹) ترجمہ: ''پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا۔ اورجس کی برائیاں نیکیوں پر غالب ہوں گی اور برائیوں کا پلڑا بھاری اور نیکیوں کا ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ (جہنم) ہوگا۔'' یعنی آخرت میں عیش وتنعم، اسی طرح جہنم کا عذاب نیکی وبدی کے وزن پر منحصر ہوگا۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔ مذکورہ بالا آیات میں کہیں خوف ورجاء کا دو اکٹھی آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے اور کہیں دو سے زائد میں اور کہیں ایک ہی آیت میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں بھی خوف ورجا یعنی اللہ کا ڈر اور اس سے امید کا ذکر وارد ہوا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''اگر مومن کو یہ علم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سزا کیا ہے تو کوئی شخص اس کی جنت کی امید ہی نہ رکھے، اور اگر کافر کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ کے پاس رحمت کس قدر ہے تو کوئی ایک بھی اس کی جنت سے مایوس نہ ہو۔'' (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور مرد اسے کاندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ لیکن اگر نیک نہیں ہے تو کہتا ہے: ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جارہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام اللہ کی مخلوق سنتی ہے۔ اگر انسان کہیں سن پاتے تو بے ہوش ہوجاتے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔''

مذکورہ تمام آیات کریمہ اور احادیث شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن پر واجب ہے کہ وہ خوف ورجا کے درمیان زندگی گزارے۔ اپنے گناہوں کی برائی سے ڈرے اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھے۔ مومن کے لیے خوف الٰہی کا انعام اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے: **ولمن خاف مقام ربه جنتان.** (الرحمٰن:۴۶) ترجمہ: اور اس شخص کے لیے جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، دو جنتیں ہیں۔''

قرآن کریم میں مؤمنوں کی صفات وخصوصیات اور خوف ورجاء کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے: **إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِيْن** (الانبیاء:۹۰) ترجمہ: یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے۔ ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔''

ایک اور مقام پر مایوسی وناامیدی کو پاس نہ پھٹکنے دینے اور اللہ ہی سے لو لگانے کی تاکیدیوں کی گئی ہے۔ا: **لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ** (الزمر:۵۳) ترجمہ: تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ۔'' اسی بات کو دوسرے انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے: **لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّه** (یوسف:۸۷) ترجمہ: اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔'' اور دھمکی آمیز لہجہ اختیار کرتے ہوئے باری تعالیٰ اس آیت میں یوں گویا ہوا ہے: **إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** (الفجر:۱۴) ترجمہ: ''یقیناً تیرا رب گھات میں ہے۔''

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بے خبر ہونے کی غلط فہمی پالے ہوئے ہیں انہیں تہدیدی طور پر یوں باخبر کیا گیا ہے: **أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللّهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُون** (الاعراف:۹۹) ترجمہ: ''کیا پس وہ اللہ کی اس پکڑ سے بے فکر ہوگیے۔ سو اللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔''

مومن کے لیے لازمی وضروری ہے کہ وہ ہمہ وقت خوف ورجا کے درمیان زندگی گزارے۔ گناہوں کی سنگینی سے ڈرے، اللہ کی رحمت کی امید رکھے اور مایوسی وناامیدی کا شکار نہ ہو کیونکہ اللہ سے ڈر کی کیفیت اسے گناہوں سے باز رکھے گی اور توبہ پر آمادہ کرے گی۔ برے لوگوں کی صحبت سے باز رکھے گی۔ اللہ کے غیظ وغضب سے روکے گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد میں آنے والے نیک لوگوں کا یہی معمول تھا۔ البتہ بیماری کی حالت میں امید اور اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا پہلو غالب رہنا ضروری ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ تمہیں کیا شکایت ہے؟ کہا: مجھے اپنے رب کی رحمت کی امید اور گناہوں کا ڈر ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دونوں باتیں کسی مومن کے دل میں جمع ہوجاتی ہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔''

مقصد یہ ہے کہ اللہ کا ڈر گناہوں کو چھوڑنے اور ان سے اجتناب کرنے پر ابھارتا ہے، اسی طرح امید، اللہ تعالیٰ پر حسن ظن، اس کی اطاعت وفرماں برداری کی کوشش اور اسے راضی کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مؤمن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں معلوم ہوجائے تو وہ کبھی جنت کی طمع نہ کرے۔ اسی طرح اگر کافر کو اللہ کی رحمت کا علم ہوجائے تو وہ کبھی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔'' اللہ رب العالمین وارحم الراحمین ہم سب کو خوف ورجا کے درمیان جینے کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	36/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	36/-
چمن اسلام سوم	40/-
چمن اسلام چہارم	40/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	232/-

توبہ کرنے والوں کے لیے چالیس وصیتیں

تحریر: سلطان بن عبداللہ العمری
ترجمہ: مولانا ابوحمدان اشرف فیضی، رائیدرگ

(۱)اس بات کو جان لیں کہ آپ مردہ تھے اللہ نے آپ کو نور ہدایت سے زندگی عطا کی، اللہ کا ارشاد ہے: اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (الانعام:۱۲۲)

ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے؟ جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا۔ اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوش نما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

۲۔اگر اللہ نے آپ کو توبہ کی توفیق دی ہے اور اس نے محرمات کا ارتکاب کرتے ہوئے آپ کی روح قبض نہیں کی تو اس پر آپ اللہ کی تعریف کریں۔

۳۔اس بات کو بخوبی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ سے بے حد خوش ہوتا ہے، حدیث نبوی ہے: اللہ أشد فرحا بتوبة عبده المؤمن من رجل في أرض دوية مهلكة، معه راحلته عليها طعامه وشرابه، فنام، فاستيقظ وقد ذهبت، فطلبها حتى أدركه العطش، ثم قال: أرجع الى مكاني الذي كنت فيه، فأنام حتى أموت، فوضع رأسه على ساعده ليموت، فاستيقظ وعنده راحلته وعليها زاده وطعامه وشرابه، فالله أشد فرحا بتوبة العبد المؤمن من هذا براحلته وزاده (صحيح مسلم: كتاب التوبة، باب: في الحض على التوبة والفرح بها: ٢٧٤٤)

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا وہ آدمی (خوش ہوتا ہے) جو ہلاکت خیز سنسان اور بے آب وگیاہ میدان میں ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری ہو، اس (سواری) پر اس کا کھانا اور پانی لدا ہوا ہو، وہ (تھکا ہارا کچھ دیر کے لیے) سو جائے اور جب جاگے تو سواری جا چکی ہو۔ وہ ڈھونڈتا رہے یہاں تک کہ اسے شدید پیاس لگ جائے، پھر وہ کہے: میں جہاں پر تھا، اسی جگہ واپس جاتا ہوں اور سو جاتا ہوں، یہاں تک کہ (اس نیند کے عالم میں) مجھے موت آ جائے۔ وہ اپنی کلائی پر سر رکھ کر مرنے کے لیے لیٹ جائے اور (اچانک) اس کی آنکھ کھلے تو اس کی وہ سواری جس پر اس کا زادراہ کھانا اور پانی تھا اس کے پاس کھڑی ہو۔ تو اللہ اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا یہ آدمی اپنی سواری اور زادراہ سے خوش ہوتا ہے۔

۴۔کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو نیکیوں میں بدلنے کا وعدہ کیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا (الفرقان:۷۰) سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

۵۔کیا آپ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ وَيُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ (البقرہ:۲۲۲) اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۶۔خالص سچی توبہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحابی کو کی گئی یہ نصیحت یاد رکھیں: ان تصدق الله يصدقك (سنن النسائي: كتاب الجنائز، الصلاة على الشهداء: ١٩٥٣، صحيح) اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ سچ کر دکھائے گا۔

۷۔برے دوستوں کی صحبت سے دور رہو، ان کی مجلسوں میں شریک نہ ہو، اپنے موبائل فون سے ان کا رابطہ نمبر ڈلیٹ کر دو بلکہ انہیں یاد دلانے والی جو بھی چیز تمہارے پاس ہو وہ سب ختم کر دو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے زہر ہلاہل ہیں اور اگر تم نے ان کے ساتھ ایسا تعامل کرنے میں کوتاہی کی تو وہ دن دور نہیں کہ وہ تمہیں اپنے راستے کی طرف کھینچ لے جائیں گے۔

۸۔اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا پر غور کریں: يا مقلب القلوب، ثبت قلبي على دينك (سنن الترمذي: أبواب القدر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم باب: ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن ٢١٤٠، صحيح) اے دلوں کے الٹنے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

۹۔اللہ سے خوف کے پہلو کو غالب نہ کریں اور اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت والا ہے، اللہ کا ارشاد ہے: اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ (النجم:۳۲) بیشک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے۔ اور فرمایا: وَاِنِّىۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰى (طہ:۸۲) ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔

۱۰۔جو بھی تمہارے پاس حرام اشیاء ہیں انہیں اپنے پاس سے ختم کردو، جیسے: تصاویر، موبائل فون کا غلط استعمال، موبائل کے حرام وفحش ویڈیوز کو ڈلیٹ کردو، یہ چیزیں تمہاری سچی توبہ کی دلیل ہیں۔

۱۱۔گناہوں کو چھوڑنے میں شروع میں آپ کو تکلیف محسوس ہوگی لیکن اپنے نفس سے مجاہدہ کریں اور صبر کریں، اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھیں: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (الطلاق:۲) اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔

۱۲۔جب آپ صالحین کی صحبت اختیار کریں تو یہ جان لیں کہ صالح نوجوانوں کا طبقہ معصوم نہیں ہے بلکہ ان میں اچھے، برے، بلند کردار اور بداخلاق ہر طرح کے ہوتے ہیں تو انہیں دیکھ کر آپ بے چین اور کبیدہ خاطر نہ ہوں کیوں کہ اعتبار منہج اور دین کا ہوتا ہے شخصیات کا نہیں۔

۱۳۔پہلے اپنے اہل وعیال اور اپنی سوسائٹی کے ساتھ اپنا سلوک بدلیں ہدایت کی پہلی گھڑی سے ہی، کیوں کہ استقامت کا فائدہ افضل لوگوں کے لیے تبدیلی ہے۔

۱۴۔آپ نیک اعمال میں بہترین شروعات کرنے والے اور بلند ہمت بنیں۔

۱۵۔سنن ورواتب کی پابندی کریں، کیوں کہ یہ تمہارے ایمان اور ثابت قدمی میں اضافہ کریں گی اور یہ آپ سے اللہ کی محبت کا سبب اور ایمان کی حلاوت حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

۱۶۔سیرت رسول، سیرت صحابہ اور صالحین کے واقعات کا مطالعہ کریں، اس سے آپ کو دین پر ثابت قدمی حاصل ہوگی، اللہ کا فرمان ہے: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (ہود:۱۲۰)
رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لیے بیان فرما رہے ہیں۔

۱۷۔آپ کے توبہ کرنے کے بعد بعض لوگ آپ کا مذاق اڑائیں گے جیسے آپ کے رشتے دار، مدرسہ کے ساتھی، محلے دوست واحباب، تو آپ ان پر توجہ نہ دیں اور منہج صحیح (جس پر نبی اور صحابہ قائم تھے) پر استقامت کو اپنے لیے باعث عز وشرف سمجھیں۔

۱۸۔اپنے دل کو نرم کریں، ہاسپٹلوں میں جاکر، مردوں کے غسل میں حاضر ہوکر اور قبروں کی زیارت کرکے۔

۱۹۔آپ کی توبہ کو مفید بنانے والی چیز انٹرنیٹ پر موجود ایسی مفید سائٹس کا استعمال ہے جن میں بہترین نصیحتیں، مقالات اور فتاوے ہوں، اور اس کے لیے معتبر، مستند اور معروف معتبر علماء اور دعاۃ اور مدلل مضامین کو لازم پکڑیں۔

۲۰۔انفرادی عبادت کا اہتمام کریں جیسے نفل روزے، قیام اللیل، عمرہ وغیرہ، کیوں کہ دین پر ثابت قدمی کے لیے ان عبادات کا بڑا کردار ہے۔

۲۱۔اپنے فارغ اوقات کو اچھے کاموں میں مصروف رکھیں، جیسے تحفیظ القرآن کے حلقات، تربیتی مجالس میں حاضری، طلب علم وغیرہ۔

۲۲۔تنظیم وقت کا خیال رکھیں اور ان اہداف کو پیش نظر رکھیں جو آپ کی آنے والی زندگی کو خوشگوار بنانے میں معاون ہوں اور ان چیزوں تک پہنچنے کی کوشش کریں جیسے شادی، حفظ قرآن سے آغاز، ہر ہفتہ دروس ومحاضرات میں شرکت۔

۲۳۔اپنے مسائل کو تنہا حل نہ کریں بلکہ مشائخ اور علماء سے مشورے لیں۔

۲۴۔مجالس ذکر کو لازم پکڑیں جو تمہارے لیے مناسب ہوں۔

۲۵۔شیطانی راہوں سے بچیں، اللہ کا فرمان ہے: وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (البقرہ:۱۶۸) اور شیطانی راہ پر نہ چلو۔

۲۶۔تمہارے توبہ کے بعد پیش آنے والے منکرات کی تردید میں عجلت سے کام نہ لیں، وہ منکرات چاہے تمہارے گھر میں ہوں یا تمہاری ملازمت کی جگہ میں یا تمہارے شہر میں، بلکہ حکمت سے کام کریں، اللہ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ:۲۶۹) اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا۔

۲۷۔اپنے ماضی کے تجربات کو اپنی نئی زندگی میں کسی درس میں پیش کریں جیسے بروں کی دوستی میں تساہل آپ کو ضائع کرنے کا سبب ہے لہٰذا مستقبل میں فاسقوں کی صحبت میں تساہل سے کام نہ لیں۔

۲۸۔یہ جان لیں کہ ہدایت مل جانے کے بعد آپ کے ماضی کے بڑے گناہ آپ کو بڑا آدمی بننے سے مانع نہیں ہیں، غور کریں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہدایت سے پہلے کیا تھے اور ہدایت کے بعد کیا ہوگئے؟ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہدایت سے پہلے کیا تھے اور ہدایت کے بعد کیا ہوگئے؟ اعتبار توبہ کے بعد آپ کی حالت کا ہے نہ کہ توبہ سے پہلے کی حالت کا۔

۲۹۔ہدایت کے لیے صحیح فہم ضروری ہے، آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ اعتدال میں رہ کر اور شرعی ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے ہر مباحات کی کوشش کریں۔

۳۰۔فتنوں کے مقامات سے دور رہیں، فتنے دو طرح کے ہوتے ہیں: شہوات اور شبہات، ابتدائی چھوٹے چھوٹے فتنوں سے اپنی حفاظت کے لیے تساہل سے کام نہ لیں، کیوں کہ یہی آپ کو آخری حد تک پہنچا سکتے ہیں۔

۳۱۔رحلہ ایمانیہ کا اہتمام کریں، جیسے کسی نیک مومن بندے کے ساتھ عمرہ کا سفر۔

۳۲۔توبہ کرنے والوں کے واقعات پڑھیں اس سے توبہ میں آپ کو بہترین نمونے ملیں گے۔

۳۳۔دعوت کے اصول وشروط اور داعی کی صفات جاننے سے پہلے اور دعوت کی مشق وٹریننگ کے بغیر لوگوں کواللہ کی طرف بلانے اور وعظ ونصیحت کا کام شروع نہ کریں۔

۳۴۔صحیح راستے سے علم حاصل کریں، بہتر ہوگا کہ کسی اچھے طالب علم کے پاس بیٹھیں تاکہ وہ علم کے مناسب وسیلے کی طرف تمہاری رہنمائی کرے۔

۳۵۔توبہ کے متعلق احکام سیکھیں،مثال کے طور پر کہ تم نے کسی کا حرام مال لے لیا ہوتو تمہارے لیےضروری ہے کہ تم اسے حق والے کوواپس کردو اگر وہ آدمی نہ ملے تو وہ مال اس کی طرف سے صدقہ کردو، ایسے بہت سارے مسائل ہیں جن کا صحیح جواب جاننا تمہارے لیےضروری ہے،لہٰذا ایسے مسائل کے حل کے لیے علم حاصل کریں۔

۳۶۔غلواورانتہا پسندی سے بچو اور مختصر ہی سہی اعمال صالحہ پر مداومت کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:احب الأعمال الی اللہ تعالی أدومها وان قل (صحيح مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب: فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره: ۷۸۳) اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ترین کام وہ ہے جس پر ہمیشہ عمل کیا جائے اگر چہ وہ قلیل ہو۔اس لیے کہ غلو کا راستہ پائیدار نہیں ہوتا۔

۳۷۔کثرت سے تلاوت قرآن کا اہتمام کریں تاکہ آپ کا دل حب الٰہی سے معمور رہے۔

۳۸۔اپنے نفس کی حفاظت کے لیے شادی کرنے میں جلدی کریں اس لیے کہ اکثر گناہ شہوات کے راستے سے انجام پاتے ہیں۔

۳۹۔لوگوں کے پیش آمدہ مسائل کوحل کرنے میں توازن برقرار رکھیں، ہر حق والے کواس کا حق دلانے کی پوری کوشش کریں۔

۴۰۔صرف اہل علم سے فتویٰ لیں بعض ایسے نوجوانوں کے فتاوے سے بچیں جن کے توبہ کیے ہوئے ابھی چند مہینے نہیں گزرے ہوتے ہیں اور جہالت ابھی ان سے ختم نہیں ہوتی ہے، بہت سارے توبہ کرنے والوں نے بعض ایسے تائبین سے سوال کیے جوعلم میں ابھی راسخ نہیں تھے تو وہ ان کی گمراہی کا سبب بن گئے۔

۴۱۔آپ کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ مقامات جواس سے پہلے آپ کی گمراہی کا سبب بنے ہیں ان کے بارے میں لوگوں کوآگاہ کردیں جیسے جادوگر کی جگہ یا جوآدمی منشیات کی تجارت کرتا تھا وغیرہ۔

۴۲۔یقین رکھیں کہ تنہائی کے گناہ بری عادتوں کی طرف لوٹنے کا سبب ہیں اور تنہائی کی نیکیاں ثابت قدمی کا سبب ہیں۔

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو دین پر ثابت قدم رکھے اور آپ کواپنے سماج کا بہترین قدوہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

بھدوھی چھار بنگلہ کے معروف تاجر جناب شمیم انصاری مرحوم کی اھلیہ محترمہ کا انتقال پُرملال:

یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ بھدوہی چہار بنگلہ کے مشہور قالین تاجر جناب شمیم انصاری مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا طویل علالت کے بعد آج انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ نہایت خلیق وملنسار،مہمان نواز، پابند صوم وصلاۃ، دعوت وتبلیغ کے میدان میں اپنی مثال آپ اور سکندرآباد کے معزز وذی وجاہت خانوادے کی چشم وچراغ تھیں۔خواتین کی تعلیم تربیت کے لیے کوشاں رہتی تھی اوران کے لیےمعروف علمائے کرام کی تقریروں کا اہتمام کرتی تھیں۔ پوری دنیا میں خواتین کی دعوت واصلاح کے لیے بری حریص تھیں۔چونکہ ان کی تجارت کا دائرہ ملک وبیرون ملک تک وسیع تھا اس لیے وہ اس بات کے لیے ہمیشہ فکر بند رہتی تھیں کہ ان مقامات تک اسلام کی صحیح تعلیمات کیسے پہنچے۔اللہ تعالی نے ان کو بہت زیادہ مال ودولت سے نوازا تھا اور کاروبار بھی بہت اچھا تھا اس لیے وہ دل کھول کرغریبوں، حاجت مندوں، دینی تعلیمی اداروں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مدد کرتی تھیں۔تاریخی پاکوڑ کانفرنس میں انہوں نے بھرپور تعاون کیا تھا۔نو بجے شب میں بھدوہی میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں دوصاحبزادے فہد شمیم،فیصل شمیم اور تین نیک خصال بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کوصبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین (شریک غم ودعاگو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

کتاب الآداب

مؤلف: فؤاد بن عبدالعزیز الشلھوب

مترجم: محمد نعیم محمد شفیع سلفی

تقدیم

مولانا اصغر علی امام مھدی سلفی

صفحات:665 قیمت:-/300

مولانا ازہر بن عبدالرحمٰن الرحمانی، جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ

مملکت سعودی عرب اور خدمت قرآن کریم

قرآن کریم اور سنت نبوی مملکت سعودی عرب کا دستور ومنشور ہیں جیسا کہ اس کے آئین کے پہلے بند میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اس لئے آغاز سے ہی بانیان مملکت نے قرآن کریم اور سنت نبویہ کی خدمت کو اپنا شعار بنایا ہے۔ اور علوم کتاب وسنت کی اعلیٰ پیمانے پر ترویج اور نشرواشاعت کا بھرپور اہتمام کیا ہے، ذیل کی سطور میں انتہائی اختصار کے ساتھ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات کو فروغ دینے، نیز لوگوں کو قرآن کریم سے جوڑنے کے سلسلے میں مملکت کی خدمات کی ایک معمولی جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔(۱) مملکت نے ابتدائیہ (پرائمری درجات) سے ہی قرآن کریم کی تعلیم کو اپنے نصاب میں جگہ دی ہے۔ اس طرح ہر طالب علم شروع ہی سے لازماً قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔(۲) سرکاری مدارس میں قرآن کریم کی تعلیم کے علاوہ خصوصی طور پر تحفیظ القرآن الکریم کے مدارس قائم کئے گئے ہیں، جہاں قرآن کریم کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔(۳) مدارس تحفیظ القرآن الکریم کے علاوہ جابجا مساجد میں حفظ قرآن کریم کے حلقے قائم کئے ہیں جہاں پر بچے بچیاں اور بڑے عمر کے لوگ (مردوخواتین) الگ الگ (غیر مخلوط) قرآن کریم حفظ کرتے ہیں۔ اور ہر سال ہزاروں افراد ان حلقات سے حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔(۴) اذاعۃ القرآن الکریم کے نام سے مستقل چینل جاری ہے جہاں سے دنیا بھر کے مشہور قراء کی تلاوت برابر نشر کی جاتی ہے ساتھ ہی قرآن کریم اور اس سے متعلق موضوعات پر لکچرس، سیمینار وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں۔(۵) مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں کے قرآن کریم سے ربط وتعلق پیدا کرنے اور ان کے اندر قرآن فہمی کا شوق پیدا کرنے کے لئے ہر سال ملکی اور عالمی پیمانے پر حفظ وتجوید اور تفسیر قرآن کریم کے مقابلوں کا انعقاد کیا جاتا ہے اور شرکاء کو بیش بہا انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

اس سلسلہ کی سب سے اہم کڑی مکہ مکرمہ میں شاہ عبدالعزیز عالمی مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کا انعقاد ہے جو ہر سال پابندی سے منعقد کیا جاتا ہے، اور جس میں دنیا بھر سے حفاظ وقراء شرکت کرتے ہیں اور انہیں خطیر انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کا چوالیسواں مسابقہ ابھی گزشتہ صفر ۱۴۴۶ھ اگست ۲۰۲۴ء میں منعقد ہوا۔ جس میں ۱۲۳ ممالک سے ۱۷۴ قراء نے حصہ لیا، جنہیں مجموعی طور پر چالیس لاکھ سعودی ریال نقد اور ایک لاکھ ریال کے سامان انعام اور ہدایا کی شکل میں دیے گئے۔ یہ عالمی مسابقہ دنیا بھر میں قبولیت عام حاصل کر رہا ہے۔ اور قرآن کریم سے ملت اسلامیہ کے نونہالوں کو جوڑ رہا ہے۔ نیز اس سے ترغیب وتحریک پا کر دیگر ممالک میں بھی اس طرح کے مسابقات کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔

۶۔ نابینا لوگوں کے لئے بریل میں قرآن کی اشاعت: قرآن کریم تمام لوگوں کے لئے اتارا گیا ہے اور سبھی سے اس کو پڑھنا اور سیکھنا مطلوب ہے۔ لیکن بینائی سے محروم لوگ کیسے قرآن کریم پڑھیں اور سیکھیں، مملکت نے اس جانب بھی توجہ مبذول کی۔ اور نابینا حضرات کے لئے بریل سسٹم میں قرآن کریم چھپوانے کا اہتمام کیا۔ (واضح رہے کہ بریل (Braillle System) ایک مخصوص طریقہ ہے جس میں مخصوص ابھری ہوئی علامتیں بنی ہوتی ہیں جن کو ہاتھ سے ٹٹول کر پڑھا جاسکتا ہے۔ اسے پیرس (فرانس) کے ایک اسکول ماسٹر لوئی بریل (۱۸۰۹-۱۸۵۳) نے سنہ ۱۸۳۲ م میں ایجاد کیا تھا)۔ اس طرح امت کے ایک معذور طبقہ کے لئے قرآن کریم سے استفادہ کو آسان کر دیا۔

۷۔ قرآن کریم کی تعلیمات کو عالم انسانیت تک پہنچانے اور انہیں احکام الٰہی سے آگاہ کرنے کے لئے دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے معانی اور ترجمہ کی نشرواشاعت اور مفت تقسیم کا اہتمام: مملکت نے قرآن کریم کی تعلیمات کو عام کرنے کے مقصد سے مدینہ منورہ میں مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف (کنگ فہد قرآن کمپلیکس) کے نام سے جو عدیم المثال اور بے نظیر کمپلیکس بنایا ہے۔ وہ اپنی ظاہری ومعنوی خوبیوں اور خدمات کے ساتھ مملکت کی پیشانی پر جگمگاتا ہوا ایک بیش قیمت ہیرا ہے۔ اور اس کی چمک دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔

۱۴۰۵ھ میں اپنے قیام سے لے کر آج تک کروڑوں کی تعداد میں معری ومترجم قرآن کریم ہدیۃ دنیا کے کونے کونے میں پہنچا کر متلاشیان حق وہدایت کی پیاس بجھا رہا ہے۔ اور انہیں صراط مستقیم سے روشناس کرا رہا ہے۔ اب تک دنیا کی ۷۰ سے زاید زبانوں میں قرآن کریم کے معنی اور تراجم وتفاسیر شائع ہو چکے ہیں۔

۸۔ مملکت کی مختلف یونیورسٹیوں میں قرآن اور علوم قرآن کے خصوصی شعبے قائم ہیں جہاں سے سلف کی تفاسیر اور قرآن کریم سے متعلق دیگر موضوعات پر ان کی نادر ونایاب کتابوں کو اعلیٰ ترین علمی معیار پر اپڈیٹ کر کے تیار کیا جاتا ہے۔ نیز علوم قرآن کے مختلف گوشوں پر علمی وتحقیقی کام انجام دئے جاتے ہیں۔

یہ مملکت سعودیہ عربیہ کے خدمت قرآن کریم کی ایک ہلکی جھلک اور سرسری اشارہ ہے۔ تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید وسنت کی رکھوالی کرنے والی اس مملکت کی حفاظت فرمائے اور اسے حاسدین کے حسد اور مکروفریب کرنے والوں کے مکروفریب سے محفوظ رکھے اور اس کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور مزید توفیق بخشے۔ آمین ☆☆

طالب علم اور مطالعہ کتب

عبدالمنان محمد مسلم دمکاوی

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (العلق: ۱-۵)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ (علم) سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔''

علم کے معنی جاننا، دریافت کرنا، سیکھنا اور اشیاء کی حقیقت تک پہنچنا ہے علم کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے اس سے مراد وہ تمام علوم وفنون ہیں جو انسان کائنات اور خدا کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، قرآن کی رو سے علم کا حقیقی سرچشمہ خدا کی ذات ہے وعلم آدم الاسماء کلھا اور اس نے حضرت آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ علم الانسان مالم یعلم اس نے انسان کو سکھایا وہ تمام چیزیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اللہ کی ذات منبع علم ہے یہاں سے جو علم ملتا ہے وہ ایک مضبوط ذریعہ سے ملتا ہے۔ علمائے سلف کے جن حالات سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں ان میں طالب علم کو ہم نے سب سے اول رکھا ہے اہل علم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں یہ منزل سب سے پہلی ہے اور یہ تقدم نہ صرف بلحاظ زمانہ ہے بلکہ باعتبار اہمیت اور شان کے بھی کیونکہ یہی وہ منزل ہے جو اس بات کا فیصلہ کردیتی ہے کہ کون منزل مقصود تک پہنچے گا اور کون حرماں نصیب ہوگا۔ ایک عالم کا ذکر آپ آئندہ پڑھیں گے کہ ایک رات اپنے دو طالب علموں کو انہوں نے دیکھا کہ ایک تکیہ کا سہارا لئے کتاب دیکھ رہا تھا دوسرا دوزانو مستعد بیٹھا مطالعہ میں مشغول تھا اور وقتاً فوقتاً کچھ لکھتا بھی جاتا تھا۔ جوہر شناس استاد نے یہ ماجرا دیکھ کر اول کی نسبت کہا کہ انه لا یبلغ درجة الفضل اس کو فضیلت کا مرتبہ حاصل نہ ہوگا دوسرے کی بابت فرمایا کہ سیحصل الفضل ویکون له شان فی العلم یہ شاندار فاضل ہوگا تجربہ نے ثابت کردیا کہ پیشین گوئی بالکل سچ ثابت ہوئی۔

طالب علم کا پہلا دور: طالب علمی کے مختلف دور ہیں پہلا دور مکتب یا مدرسے میں استاد کی زیرنگرانی ختم ہوتا ہے اور فی الواقع اس کی بنیاد کو کمال سے زیادہ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص ایک عالی شان عمارت کا منصوبہ بنائے اور اس کی بنیاد بھر کر سطح زمین سے کچھ بلند کردے اور اتنی محنت کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ میں مکان بنا چکا۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عالی شان عمارت بن چکی، چند ہی روز میں ہوا اور بارش کے جھٹکے اس بنیاد کو بھی نسیاً منسیاً کردیں گے اور اس کے بانی کی پست ہمتی کی ایک عبرتناک یادگار قائم رہ جائے گی۔ بجنسہ یہی حال ان ہونہار طالب علموں کا ہے جو مدرسہ چھوڑ کر یہ سمجھ لیں کہ ہم عالم بن چکے یہ طلبہ اپنی ہونہاری کا خاتمہ کرکے اپنے استاد اور دوستوں کے دلوں کو حسرت کا داغ دیں گے۔ بیشتر طلباء غیر علمی ماحول سے تعلق رکھتے ہیں ماں باپ علم کی قدر وقیمت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ چند گھرانوں کو چھوڑ کر بیشتر والدین اس دینی تعلیم کو حصول زر کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس فاسد ذہنیت کے نتیجہ میں نہ دینی مزاج بنتا ہے نہ دینی تعلیم کی اصل قدر وقیمت معلوم ہوتی ہے اور نہ غیبی فیوض وبرکات سے سینے معمور ہوتے ہیں۔ اس محرومی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلباء ایسی حرکتیں کرنے میں کوئی عار اور جھجھک محسوس نہیں کرتے جو عام کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اساتذہ اور ارباب حل وعقد پر بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایسے طلباء کی اصلاح کی مناسب تدابیر کریں۔

دوسرا دور: دوسرا دور طالب علمی کا مدرسے کے بعد شروع ہوتا ہے جس میں انسان خود شاگرد بنتا ہے۔ اس دور کی انتہا وہ ہے، جو بلند خیال ابن العلاء نے مقرر کی ہے۔ یعنی ما دامت الحیوة تحسن به یعنی جب تک زندگی بخیر رہے۔ پس طالب علمی اور کمال گویا ایک ہی ہیں اور اس لحاظ سے ہم نے طالب علم کو اول اور آخر منزل قرار دیا ہے جن جواں مردوں نے میدان طالب علم کو طے کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ راہ کیسی معرکہ خیز اور صبر آزما ہے کہیں افلاس راہ کا روڑا بنتا ہے اور قوت لایموت کے حاصل ہونے کی بھی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ کبھی جڑی بوٹی کے پتوں پر بسر کرنی ہوتی ہے اور کبھی نان بائی کی دوکان پر صرف بوئے طعام پر قانع ہونا پڑتا ہے کہیں محنت ومشقت سے دل گھبراتا ہے۔ کسی کو ناز ونعمت کے کرشمے اپنی طرف کھینچتے ہیں کسی کی نفسانی خواہشیں دست بہ گریباں ہوتی ہیں غرض ایک ہنگامہ بلا خیز سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن اداروں میں ذرا بھی وسائل کی کمی ہوتی ہے، وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہوجاتے ہیں اور ان کی کمی ہوتی ہے، وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہوجاتے ہیں اور ان کی زبان حال پر لا طاقة لنا الیوم کا شکوہ ہوتا ہے لیکن سچی طلب اپنا راستہ صاف کرکے طالب کو مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔ جس قدر دقت اور صعوبت پیش آتی ہے ان بہادر طالبوں کے عزم زیادہ مستحکم اور حوصلے زیادہ بلند ہوجاتے ہیں، اگر حوصلوں میں وسعت اور ارادوں میں استحکام نہ ہوتا تو اہل اسلام کو شیخ الاسلام بقی بن مخلدؒ، امام بخاریؒ اور حکیم ابونصر فارابیؒ نصیب نہ ہوتے۔ کیا چقندر کے پتے اور جنگل کی گھاس کھا کر اور رات کو پاسبانوں کی لالٹینوں سے مطالعہ کرکے امام اور حکیم بن جانا آسان ہے؟ نہیں ہرگز نہیں وہ کون سی قوت تھی جس نے علی بن عاصم عراقی کو ناز ونعمت کے آغوش سے چھین کر راہ طلب علم میں سرگرداں کردیا اور اتنا پھرایا کہ ایک کو مسند عراق اور دوسرے کو حافظ کبیر بنا کر چھوڑا، بے شک یہ طلب صادق ہی کا کرشمہ تھا۔ امام بخاریؒ کو ایام طالب علمی میں ایک سفر میں تہی دستی نے اتنا

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

۳۵ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی بابت اعیان جماعت کے تاثرات (۲)

(۱)

مکرمی امیر محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہندوستان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی پینتیسویں کانفرس ہوئی ہے، سوشل میڈیا پر نشر پروگراموں اور لوگوں کے تاثرات سے اندازہ ہوا کہ اجلاس کامیاب تھا۔

پروگرام کے درمیان کچھ لوگوں سے گفتگو بھی ہوئی، اور سوشل میڈیا پر لوگوں کی پوسٹ کو بھی دیکھا۔

پروگرام کو دیکھنے کے کچھ لوگوں کے اور بھی بہت سے نظریات تھے، بعض لوگ تو پہلے دن سیاسی پارٹیوں کی طرح اپنے مخالف کے جلسوں کی خالی کرسیاں بھی دکھا رہے تھے، مجھے ۲۰۰۳ میں پاکوڑ کا اجلاس یاد آنے لگا، ایک معزز شخصیت اللہ انہیں غریق رحمت کرے ان کو پروگرام میں ان کی توقع کے مطابق خاطر داری نہیں ہوئی تو وہ مدینہ میں ایک مجلس میں کہہ رہے تھے کہ کانفرنس میں حاضرین کی تعداد ہزار بھی نہیں رہی ہوگی، میرے اپنے پاس کسی بھی علمی یا سماجی پروگرام کی کامیابی میں تعداد کی کبھی کوئی اہمیت نہیں رہی ہے، لوگ بتاتے ہیں کہ شیخ بن باز رحمہ اللہ جب مسجد نبوی میں درس دیتے تھے تو حاضرین کی تعداد دو چار ہی رہتی تھی، میں نے خود جامعہ اسلامیہ کے وائس چانسلر ڈاکٹر صالح العبود کو دیکھا ہے کہ مسجد نبوی میں فجر کے بعد درس دیتے تھے تو کبھی کبھی ایک دو آدمی ہی ہوتا تھا، اس کے باوجود وہ پوری مستعدی سے درس دیتے تھے۔

ویسے اس پروگرام میں دوسرے دن حاضرین کی تعداد اچھی تھی۔

جمعیت اہل حدیث کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ابتدا سے ہی لوگ ذمہ داروں کے خلاف ہی بات کرتے رہے ہیں، ڈاکٹر سید عبدالحفیظ رحمہ اللہ کو زبردستی استعفی دینا پڑا تھا، مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کے خلاف بھی باتیں ہوتی تھیں، مولانا عبدالوہاب خلجی رحمہ پر کافی الزامات لگتے تھے۔

کچھ لوگ تو بعض تقریروں کو لے کر ایسا ظاہر کر رہے ہیں کہ گویا پروگرام کی کمیٹی کو نہ احترام انسانیت کا مطلب معلوم تھا، اور نہ اہل حدیث کا منہج، بس دو تین مقرر نے ہی اسے لوگوں کو سمجھایا۔ خیر ہر آدمی اپنے مزاج کے مطابق چیزوں کو دیکھتا ہے، اس میں اخلاص کا بہت زیادہ دخل نہیں ہوتا ہے۔

دکتور عبداللہ مشتاق

(۲)

-------- *دل کی گہرائی سے مبارک* -------

عزت مآب امیر جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پینتیسویں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس میں امیرِ کارواں صدرِ جمعیت اہلحدیث جموں وکشمیر ڈاکٹر عبداللطیف الکندی صاحب حفظہ اللہ کی قیادت میں جموں کشمیر کے اطراف واکناف سے فرزندان توحید وسنت علماء کرام اور نظماء عظام کی شرکت یقیناً قابل تحسین تھی ملکی سطح کی اس کانفرنس کا موضوع وقت کے عین تقاضے کے مطابق تھا موضوع کے انتخاب سے امیر جمعیت اہلحدیث ہند کی بصیرت وبصارت کا اندازہ ہوتا ملک کے کونے کونے سے آئے ہوئے علماء ومندوبین سمیت بیرون ملک سے امام حرم نبوی کی تشریف آوری باعث صد افتخار تھی لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، علماء کرام کی مختلف موضوعات پر جامع گفتگو، مقالہ نگاران کی بصیرت افروز تحریریں امام حرم مسجد نبوی اور انکے ساتھ آئے دیگر مؤقر علماء ومشائخ کی ولولہ انگیز تقریریں رام لیلا گراؤنڈ میں علم وادب فکر وفن کے لعل وجواہر بکھیر رہی تھیں اور ملک کے کونے کونے سے آیا ہر فرد ان لعل وجواہرات کو اپنے دامن میں سمیٹ رہا تھا۔ یہ کانفرنس منہج سلف کے پروانوں کے لیے عید ملن بھی تھی اور انکے گلشن زیست کا شمع انجمن بھی تھی۔ فراغت کے بعد پہلی مرتبہ اپنے اساتذہ ومربیین سے ملکر خوشی ومسرت ایسی گویا کہ زندگی کا کوئی قیمتی گوہر کھو جانے کے بعد اچانک مل گیا ہو۔ اس کانفرنس کے امتیازی پہلو بہت ہیں یقیناً امیر کاروان جمعیت اہلحدیث ہند فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب حفظہ اللہ اور آپکی پوری ٹیم کی اس جدوجہد کو ہم سلام کرتے ہیں اور دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتے ہیں یقیناً آپکی بصیرت وبصارت پر ہمیں ناز ہے آپکا منہج سلف سے لگاؤ اور محبت اس کی نشر واشاعت کے لیے رات ودن کی جدوجہد کے ہم معترف ہیں ملک کے ہر صوبہ پر داعیان حق اور طالبان علوم نبویہ سمیت ملک کی سیاسی سماجی ودینی حالات پر آپکی گہری نظر ہے۔ آج میرے استاد مربی قوم فضیلۃ الشیخ خورشید احمد السلفی صاحب حفظہ اللہ۔ ڈاکٹر عبدالرحمان فریوائی صاحب حفظہ اللہ اور جموں وکشمیر کے مایہ ناز مقرر وقلمکار بشارت بشیر صاحب حفظہ اللہ کو ان کی دعوتی تعلیمی تربیتی اور تحریری میدان میں گراں قدر خدمات پر اعزاز سے نواز کر صوبائی جمعیات پر گہری نظر ہونے کا

یہ تاریخی کارنامہ بھی اپنے نام کیا۔اے قائد جماعت اہلحدیث تیرے اس عزم جواں کو سلام۔ جمعیت اہلحدیث جموں وکشمیر کے صدر محترم نازش جموں وکشمیر ڈاکٹر عبداللطیف الکندی صاحب حفظہ اللہ صاحب علم وعمل نے جس طرح اپنے پیغام میں فرمایا کہ جمعیت اہلحدیث ہر سطح پر اس منہج کی آبیاری کے لیے آپکے ساتھ کھڑی ہے اوراسکی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ تمام سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرکے قائد جماعت کی آواز پر سینکڑوں لوگ کانفرنس میں شریک تھے۔ضلعی جمعیت اہلحدیث رام بن جموں وکشمیر دارالحدیث السّلفیہ امام آباد رام بن کے اساتذہ وطلباء کی طرف سے دل کی گہرائی سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور رب ذوالجلال سے دعا گو ہوں کہ رب العالمین آپکو عزت رفعت کامیابی اور خیر سے نوازے اور ہر شر سے محفوظ فرمائے اس جماعت کو ہر سطح پر کامیاب فرمائے آمین

عبدالقیوم سراجی

دارالحدیث السّلفیہ امام آباد رام بن

ورکن شوریٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند

(۳)

امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داران قابل مبارکباد ہیں۔

کانفرنس کی افادیت، مقصدیت، خطباء و مقالہ نگار کے انتخاب میں ترجیحی اساس سے متعلق تفصیلی جواب تو ذمہ دار ہی دے سکیں گے، البتہ اجلاس اور کانفرنس کے چند فوائد جو اکثر لوگ بیان کرتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

یکجا کئی علماء کرام سے ملاقات ہوجاتی ہے۔

کئی ہم خیال ہم مزاج ساتھیوں دوستوں سے ملاقات بھی ہوجاتی ہے۔

علماء کرام کے بیانات بغور سننے کی توفیق مل جائے تو یقیناً فائدہ ہوتا ہے۔

کتاب وسنت کی بات تفصیل سے ہو یا مختصر سچے من سے سنا جائے تو ثواب کے ساتھ ساتھ علمی فائدہ بھی ہوجاتا ہے۔

حصول علم کی خاطر سفر کیا ہے تو جنت کی راہ آسان ہوجاتی ہے۔

جس پیمانہ پر کانفرنس ہوتی ہے پورے علاقہ میں دینی حمیت غیرت محبت کے جذبہ کی تجدید ہوجاتی ہے۔

کوئی کہہ سکتا ہے اتنی لاگت لگا کر کانفرنس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ اعتراض کرنے والا دوسروں سے متاثر کوئی اپنا بھی ہوسکتا ہے کوئی غیر بھی سب کو ایک جیسا جواب دے کر مطمئن نہیں کیا جاسکتا۔

جو اپنے ہیں انہیں افادیت بتائیں۔

قال اللہ وقال الرسول کی گونج پورے ہندوستان میں پہنچانے کی کوشش میں دو چار کروڑ کا خرچ بہت معمولی ہے۔

پورے ہندوستان کے افراد جماعت میں عزم وحوصلہ اوراحساس ذمہ داری کی لو جگانے کا صرفہ چند کروڑ کم ہے۔

جمعیت کے کل پرزوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے ہماری ایکتا کا اظہار ہمیں بہت سے فتنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جو اپنے نہیں ہیں وہ کیا ہیں یہ دیکھ کر جواب دیا جائے۔

جو غیروں سے متاثر ہیں اور مشورہ دیتے ہیں کہ

کانفرنس کے بجائے اسکول بنایا جائے۔

کانفرنس کے بجائے کالجز بنایا جائے۔

کانفرنس کے بجائے ہاسپٹل بنایا جائے۔

کانفرنس کے بجائے یہ نہیں وہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ

یہ رپلیس منٹ کا آئیڈیا آتے رہتا ہے۔

قربانی کے بجائے شادی کرائی جائے۔

قربانی کے بجائے اسکول بنایا جائے۔

حج اور عمرہ میں رقم خرچ کرنے کے بجائے غریبوں کا گھر بنایا جائے۔

درحقیقت کام کرنے والے جب اپنے عزم وارادہ میں سچے ہوتے ہیں تو کچھ رپلیس کرکے کچھ کرنے کے بجائے بقیہ کاموں کے ساتھ ساتھ مزید کام کرتے ہیں جلسے اجتماعات کانفرنسوں کا مقصد دیگر کاموں سے کہیں عظیم ہوتا ہے دردمند دل سمجھنے سے محروم نہیں ہوسکتا بس غور وفکر مخلصانہ ہونا چاہیے۔

نیاز احمد سنابلی

(۴)

محترم امیر جماعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ صدارتی کلمات اخلاص، جامعیت اور علم وادب سے لبریز تھے میں نے بغور لائیو سنا اور جماعت کے تعلق سے آپ کی حد درجہ محبت و ہمدردی بھری گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا. اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، میری ایک مودبانہ

درخواست ہے ضروری نہیں کہ اسے تسلیم ہی کرلیا جائے وہ یہ کہ آل انڈیا اھلحدیث کا نفرنس کا جو بھی اجلاس (چند) سمستی پور کی سرزمین پر ہوا وہ سب مولانا عبدالعزیز محدث رحیم آبادی کی زندگی میں ہی منعقد ہوا۔ مولانا آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے انگریزی دورحکومت میں یہ تاریخی اجلاس ہم سب اور مولانا کے آبائی علاقے ''محمد پور کوآری'' میں بہت ہی احتشام سے منعقد کیا جاتا تھا ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ایک آدھ اجلاس محدث رحیم آبادی کی سرزمین پر ہو جانا سعادت کی بات ہوگی سوسال ہوئے جب انکی قربانیاں لوگوں کے دل ودماغ میں زندہ تھیں اب نئی نسل ان کے نام سے بھی غافل ہورہی ہے۔

صہیب صدری

(نائب صدر ضلعی جمعیت اہل حدیث سمستی پور)

(۵)

اہل حدیث کانفرنس دہلی' کیا کھویا کیا پایا:

مکرمی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ۳۵ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دس نومبر کو رات گئے اختتام پذیر ہوگئی ہے۔ اس کانفرنس سے ''کیا کھویا کیا پایا'' کی تشریحات میں اہل قلم خوب لگے ہوئے ہیں۔ لہذا اس تشریح کو قبول کیجئے جس میں کچھ پانے کا پیغام ہے اور اس مواد کو مسترد کردیجئے جس میں کھونے کی بات کہی گئی ہے۔ ہاں! کھونے کی بات والے اپنی اس بات کو محفوظ رکھ لیجئے جب چھتیسویں کانفرنس منعقد ہونے والی ہوگی تب ان تجربات کو شیئر کیجئے گا۔ ابھی لکھنے سے سوائے بزدلی اور ناکامی کے کوئی مثبت فکر نہیں پھیل سکے گی۔

ہندوستان کی جمعیت سے میں بھی بعض تحاریر کی روشنی میں غیر مطمئن تھا۔ اس کا ثبوت سعودی سفارت خانہ واقع کاٹھمنڈو کی ایک میٹنگ میں اسی تاثر پر میں سفیر صاحب سے مخاطب ہوا تھا جو باتیں صرف ایک مثال پر مشتمل تھی ورنہ محور گفتگو نیپال کی جمعیات اہل حدیث تھیں۔ اس میٹنگ میں سبھی دھڑے کے معزز چوٹی رہنما موجود تھے۔

دہلی کی مذکورہ کانفرنس کا میرا تجزیہ اور اس کانفرنس کا جو مزاج میں نے سمجھا ہے جماعت اہل حدیث کی اس سے قطعی سبکی نہیں ہوتی ہے اور نہ اسلامی اقدار کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ ہندوستانی سیاست کا پچھلے ستر سالوں کا المیہ اور موجودہ سیاست کی مبادیات کا تجزیہ واضح کرتا ہے کہ آپ ہر خام خیالی سے اوپر اٹھ کر صلح حدیبیہ کا ذہن بنالیں کہ یہ بھی نبوی راستہ ہے اور آپ حالات کے جبر میں یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے اگر کوئی راستہ اب کھلنا ہے تو ان انصاف پسند لوگوں کے ذریعہ جو غیر مسلم ہوتے ہوئے وہ بھی اس وقت کسی نہ کسی دباؤ میں زندگی جیتے مرتے ہیں' بھلا ابھی وہ آپ کے کس کام آئیں گے۔ ان مثبت خیال لوگوں کی ہندوستان میں ابھی بھی تعداد بہت زیادہ ہے۔ افائدہ ہمارا یہ ہوا کہ انھیں قرآن وسنت کی بات سننے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ بھی اپنے دوسرے تشدد پسند لوگوں کی نگاہ میں اب کھٹکنے لگیں گے۔

یادرہے کہ جو تجربہ کار اور منجھے ہوئے رہنما ہوتے ہیں جس نے سیاست اور قوم کے سرد وگرم کو قریب سے دیکھا ہوتا ہے وہ کبھی کبھی سخت فیصلے بھی لیتے ہیں جس کا ردعمل مسلمانوں کی اکثریت کو ناپسند ہوتا ہے۔ جیسے ملک کی تقسیم پر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا موقف کس قدر مضبوط تھا۔ جبکہ ذہنی طور پر وہ ان دولخت حالات کو بڑے جی گردے کے ساتھ جھیل رہے تھے۔

اپنی بے بسی اور حالات کی کسمپرسی کا عندیہ علماء کرام کی گفتگو سے بھی عیاں تھا اور کہا گیا ملک کو سازگار حالات سے ہمکنار کرنے کے لئے کیوں نہ میثاق مدینہ اور حلف الفضول کی مثالیں قائم کی جائیں جس سے امن وامان کی طرف پیش قدمی کا ایک ریکارڈ بھی قائم ہوگا۔ ساتھ میں انصاف پسند لوگ بھی کھل کر تائید کریں گے۔

ازقلم: ابوہلال

(۶)

محترم مولانا اصغر علی امام مہدی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مع اراکین واساطین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ بخیر ہوں گے۔

دہلی کے تاریخی رام لیلا میدان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی پینتیسویں آل انڈیا دوروزہ کانفرنس کا انعقاد مورخہ ۹/۱۰ نومبر مطابق ۶/۷ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ سنیچر واتوار کو نہایت خوش انتظامی کے ساتھ ہوا، اور خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا جس کے لیے آپ حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ملک کے ہر گوشہ سے اہل حدیثان ہند کی جوق در جوق آمد، وطن عزیز کی نامور ہستیوں کی تشریف آوری اور بیرون ملک سے اجلہ علماء ومشائخ کا ورود مسعود جہاں آپ لوگوں کی پرخلوص محنت اور نیک نیتی کو عیاں کرتا ہے وہیں معاونین وکارکنان کے ایثار نفس کا پتہ دیتا ہے۔

حرم نبوی کے امام محترم ڈاکٹر عبداللہ عبدالرحمٰن البعیجان کے ساتھ ساتھ رابطہ عالم اسلامی کے نائب سکریٹری کی تشریف آوری بھی کانفرنس کے بامقصد کامیابی کی

دلیل ہے،ان کے خطاب عام سے عالم اسلامی کا پیغام امن عالم انسانی میں واضح طور پر پہونچا جو بہت مناسب ومؤثر آواز تھی۔

جدید وسائل ابلاغ کی برکتوں سے میرے لیے یہ ممکن ہوسکا کہ دہلی دور ہونے کے باوجود اجلاس عام کی تمام خوش گواریاں براہ راست اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا جس کے شکرانہ کے اظہار کے لیے یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔

اس کانفرنس کا دوسرا یادگاری پہلو ایک حساس اور زندہ عنوان احترام انسانیت اور مذاہب عالم کی معنویت وضرورت کو سبھی لوگوں نے سراہا،جس کے بہت سے ذیلی عنوانات پر اہل قلم حضرات نے اظہارِ خیال کیا اور عنوان کی ترجمانی کی مگر اس کی اصل معنویت اس وقت سامنے آئے گی جب عن قریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں پہونچے اور استفادہ کی راہ آسان ہو۔

ایک اور لائق ستائش پہلو بہتیرے اہل قلم بزرگان ومشائخ کو ایوارڈ سے نوازا جانا ہے ان تمام لوگوں کو یہ ایوارڈ مبارک ہو،ان کی عمر اور عمل میں ترقی ہو،ان کا سایہ علمی تا دیر ہمارے سروں پر قائم رہے،تاکہ ان کے مفید رشحات قلم سے دوسرے لوگ مستفید ہوں اور ان کے خطابات سے اصلاح امت کا فرض کفایہ ادا ہو۔

اللہ کرے یہ کانفرنس اپنے اغراض ومقاصد میں اہم سنگ میل ثابت ہو اور نفرت کے بیاباں میں محبت کا چراغ روشن ہو،کیونکہ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے۔

عبدالغنی فیضی

سابق استاذ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو

۱۵/نومبر۲۰۲۴(جمعہ)

(۷)

پیغام تہنیت وتبریک

عزت مآب جناب فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی/حفظہ اللہ وتولاہ

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ مورخہ ۹-۱۰/نومبر۲۰۲۴ء بروز ہفتہ واتوار آپ کی قیادت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا دہلی کے رام لیلا گراؤنڈ میں ’’احترام انسانیت اور مذاہب عالم‘‘ کے موضوع پر دوروزہ عظیم الشان پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا شاندار انعقاد عمل میں آیا۔جس میں جامعۃ الامام الالبانی کے ایک وفد کے ہمراہ شرکت کا زریں موقع نصیب ہوا۔

بحمداللہ آپ کی سرکردگی میں منعقد یہ کانفرنس آپ کے عہد سعید میں منعقدہ سابقہ تمام کانفرنسوں کے مقابلے کئی ناحیوں سے ممتاز رہا ہے،جس میں تمام ارباب جماعت کے مابین باہم پورے طور پر وحدت ویکجہتی نظر آئی ہے،مدتوں بچھڑے ہوئے اپنوں کی ملاقات نے احباب جماعت کے دلوں کے اندر آپ کی عقیدت ومحبت میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے،اس فقید المثال کانفرنس میں ہندوستان،نیپال،سعودی عرب،امارات،کویت کے عرب وعجم میں سے کبار علماء،شعراء،مختلف جمعیات،مذاہب ومسالک اور مختلف میدانوں کی سرکردہ شخصیات کی شرکت نے کانفرنس کی اہمیت میں مزید چار چاند لگایا ہے۔کانفرنس میں پیش کردہ اکابرین علماء کرام کے بصیرت افروز خطابات،دلنشیں تاثرات،وقیع مقالات نے جمعیت اور اس کی اعلیٰ قیادت سے ہمدردی،تعلق،محبت اور لگاؤ میں حددرجہ اضافہ کیا اور ان کے حق میں دل سے دعائیں دینے پر مجبور کیا ہے،عوام وخواص کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر جیسے مجمع کو کنٹرول کرنے،امام حرم نبوی ڈاکٹر عبداللہ البعیجان کی امامت وخطابت،رابطہ عالم اسلامی کے نائب جنرل سکریٹری کی شرکت وغیرہ نے درحقیقت کانفرنس کو ہرناحیہ سے کامیاب بنانے میں مثالی کردار ادا کیا ہے،علاوہ ازیں آپ کی سرپرستی میں مجلّہ ’’ترجمان‘‘ کے خصوصی نمبر کی اشاعت اور ماہرین علم وفن کے تقریباً نوسوصفحات پر مشتمل انتہائی گرانقدر سیمینار کے مقالات کا مجموعہ حقیقت میں آپ کی اولوالعزمی کی واضح دلیل اور منقطع النظیر کارنامہ ہے اس کی وجہ سے جمعیت اہل حدیث اس سے وابستہ اس کے اعوان وانصار اور علماء وذمہ داران کی قدر وقیمت اور مقام ومرتبہ ملکی وبین الاقوامی سطح پر تمام مکاتب فکر،مذاہب ومسالک،ملی،سیاسی،سماجی تنظیموں اور ہر طبقہ کے لوگوں کے یہاں کافی بلند ہوا ہے،کیونکہ سابقہ روایات کی طرح آپ کی دور رس نگاہ نے ملکی وبین الاقوامی سطح پر انتہائی حساس اور حالات کے مطابق انتہائی اہم موضوع پر ایک کامیاب وقابل رشک کانفرنس کو منعقد فرماکر پوری جماعت پر احسان عظیم کیا ہے،جس پر پوری جماعت کی طرف سے آپ شکریہ کے مستحق ہیں۔

اخیر میں اللہ جل شانہ سے دست بدعا ہوں کہ مولائے کریم جماعت اہل حدیث کو موجودہ قیادت کے ذریعہ مزید تقویت بخشے،انہیں آئندہ مزید منظم اور بہتر بنانے کی خاطر محاسبہ نفس کی توفیق عطا فرمائے اور پہلے سے کہیں زیادہ پورے آب وتاب سے جمعیت کو ہرمحاذ پر اپنی سرگرمیوں میں کامیابی سے ہمکنار فرمائے،حاسدین کے حسد،اشرار کے شر اور منافقین کے نفاق سے بچائے۔آمین یارب العالمین

آپ کا خیر اندیش

ابوااریب مطیع الرحمٰن شیث مدنی

مدیر جامعۃ الامام الالبانی،بوڑھیان،اتر دیناجپور،مغربی بنگال

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

احترام انسانیت کا کارواں رواں دواں رہنا چاہئے
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام تکریمی اجلاس میں مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کا پرمغز خطاب
پینتیسویں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے رضا کاران و کارکنان کی عزت افزائی کی گئی

دہلی: ۸/دسمبر۲۰۲۴ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ۹-۱۰/نومبر۲۰۲۴ء کو دہلی کے تاریخی رام لیلا میدان میں احترام انسانیت اور مذاہب عالم کے عنوان سے منعقد ہونے والی عظیم الشان کانفرنس کی صدائے بازگشت ہر طرف سنائی دے رہی ہے اور مختلف جہات سے اس کی تحسین و پذیرائی ہورہی ہے اور اسے کامیاب ترین کانفرنس قرار دیا جارہا ہے، جس میں موضوع اور زمان و مقام کا اہم رول ہونے کے ساتھ ساتھ اہل دہلی کی دلنوازی کا بھی بڑا کردار ہے۔ بلاشبہ جمعیت کے ذمہ داران و کارکنان اور دہلی والوں نے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں کوئی کمی فروگزاشت نہیں کی۔ آپ دہلی والوں نے اسلاف کی یاد تازہ کردی جو مدارس و جامعات اور علماء کی قدردانی و کفالت میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے کیا۔ موصوف آج اہل حدیث منزل، جامع مسجد دہلی میں منعقد تکریمی اجلاس برائے کارکنان و رضا کاران پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں صدارتی خطاب فرمارہے تھے۔

انہوں نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی پینتیسویں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے آپ کی محنتیں قابل قدر ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ حضرات کی محنتوں کا بدلہ کسی طرح شکریہ سے ادا نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس کا حقیقی اجر اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کے پاس ہی ملے گا۔

امیر محترم نے فرمایا کہ یہ کانفرنس کئی ناحیوں سے تاریخی ہے۔ اس کے عنوان کو ہر طرف سے سراہا گیا ہے اور اس کی کامیابی پر ہر طرف سے مبارک بادی کے پیغامات موصول ہورہے ہیں۔ اس لئے ہم سب اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں کہ یہ عظیم الشان کام ہمارے حصہ میں آیا اور ہم نے اس کے لئے وقت اور مال صرف کیا۔ ہم خیر امت ہیں۔ امت وسط ہیں۔ دنیا میں بڑی بے چینی پیدا کرنے کی کوشش ہورہی ہیں۔ ایسے میں ہمیں جوش میں ہوش کھونے سے بچتے ہوئے صبر و ہمت کے ساتھ احترام انسانیت کے قافلہ کو آگے بڑھانا ہے۔ اس موقعے پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اردو، ہندی اور انگریزی رسائل و جرائد کے خصوصی نمبرات، متعدد علمی و تاریخی کتب، بصیرت افروز و چشم کشا خطبہ استقبالیہ اور وقیع مجموعہ مقالات وغیرہ شائع ہوئے۔ اسی طرح مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دعوت پر امام حرم عبداللہ بن عبدالرحمٰن البعیجان سے لے کر رابطہ عالم اسلامی کے نائب جنرل سکریٹری تک اس میں بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے جس سے کانفرنس کی معنویت میں قابل قدر اضافہ ہوا۔

اس موقع پر ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی میڈیا کوآرڈینیٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے سب سے پہلے کانفرنس کی تمام انتظامیہ کمیٹیوں کے کنوینرس، رضا کاران و کارکنان کا خیر مقدم کیا اور ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ بلاشبہ تاریخی کانفرنس مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی متنوع دینی، دعوتی اور انسانی خدمات اور سرگرمیوں کی ایک سنہری کڑی تھی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عطاء اللہ انور صاحب پٹنہ نے کہا کہ میں آپ رضا کار حضرات کی محنتوں کا شاہد رہا ہوں، میں نے دیکھا کہ کس طرح آپ نے سرفروشانہ جذبے سے سرشار ہوکر شبانہ روز محنتیں کی ہیں جو لائق ستائش ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی موجودہ قیادت خصوصا مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو اس کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

حافظ شکیل احمد میرٹھی سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی نے اپنے خطاب میں کہا کہ آپ تمام کارکنان و رضا کاران نے نہایت انہماک اور تندہی کے ساتھ محنت ولگن اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ یقیناً آپ سبھی حضرات لائق صد مبارک باد ہیں۔ کانفرنس کامیاب ہوگئی ہے اور آپ کی محنت رنگ لائی ہے اور ہر طرف آپ کی کاوشوں کے چرچے ہورہے ہیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح آپ نے کانفرنس کو کامیاب بنایا ہے، اسی طرح مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے وابستگی جاری رکھیں اور مرکزی جمعیت کے کاز سے تعلق رکھیں تا کہ آپ باوزن ہوسکیں اور آپ کے اندر فکری و عملی قوت پیدا ہوسکے اور آپ فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔

مولانا ندیم احمد سلفی کنوینر کمیٹی برائے رضا کاران نے اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اس کامیاب ترین پینتیسویں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس میں خدمت کا موقع ملا۔ ہم اس کے لئے اللہ رب العزت کے بے حد شکر گزار ہیں اور ذمہ داران جمعیت کے بے حد

ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ زریں موقع ہمیں عنایت فرمایا۔ نیز انہوں نے کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر ذمہ داران جمعیت خصوصا امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو قلبی مبارک باد پیش کی۔ اس موقع پر کنوینر برائے استقبال محمد رستم نے بھی تاثر پیش کئے اور کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر ذمہ داران کو مبارک باد پیش کی اور کہا کہ ذمہ داران مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند قدم بہ قدم پر رہنما ہدایات جاری کرتے رہے جس سے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں بے حد آسانی ہوئی۔

واضح رہے کہ اس اجلاس میں دہلی و اطراف سے کانفرنس کے کنوینرس، رضا کاران اور والنٹرس نے کثیر تعداد میں شرکت کی جن کو توصیفی سند اور مفید کتب کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس اجلاس کا آغاز مسجد سعید یہ پُل بنگش دہلی کے امام قاری فخر الاسلام کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس موقع پر شرکاء کے اندر غیر معمولی مسرت اور جوش وجذبہ کا بطور خاص مشاہدہ ہوا۔

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف، خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔

۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔ شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔

۳۔ مضمون کی فوٹو کاپی دفتر کو ارسال نہ کریں، فوٹو کاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔

۴۔ مضمون نگار حضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبر ضرور لکھیں۔

۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضرور دیں۔

۶۔ قرآنی آیات اور احادیث کی پوری تخریج اور مصادر کا حوالہ ذکر کریں۔

۷۔ کسی دینی مسئلہ پر کوئی مضمون ہو تو اس پر ہر ناحیے سے بحث کرنے کے بعد راجح موقف بیان کریں۔

۸۔ اپنے مضامین میں پر جوش خطیبانہ یا منافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریز کریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

چاپلوسی وخوشامد سے احتراز

چاپلوسی یوں تو ہر زمانے میں موجود رہی ہے لیکن موجودہ زمانے میں یہ بیماری خطرناک حد تک پھیلی ہوئی ہے، حالانکہ یہ عمل حد درجہ خست اور ذلت آمیز ہے۔ احترام انسانیت کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کو بھی انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کہ کوئی انسان خود اپنے آپ کو ذلیل اور پست کرتے ہوئے خواہ مخواہ دوسرے کی قصیدہ خوانی، چاپلوسی اور خوشامد کرے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "إِيَّاكُمْ وَالتَّمَادُحَ، فَإِنَّهُ الذَّبْحُ" یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی منہ پر مدح وتعریف کرنے سے بچو، کیونکہ اس طرح تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۳، شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔) ہشام بن حارث کہتے ہیں کہ ایک شخص عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کا رخ کیا، اپنے گھٹنوں پر بیٹھے، وہ بھاری بھرکم (جسم کے مالک) تھے اور اس آدمی کے چہرے پر کنکریاں پھینکنے لگے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جب تم مدح سراؤں کو دیکھو تو ان کے چہروں میں مٹی ڈالو۔ (صحیح مسلم: ۷۵۰۶)

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی تعریف کی: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم پر افسوس ہے! تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی، اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔" کئی بار کہا: (پھر فرمایا:) تم میں سے کسی شخص کو لامحالہ اپنے ساتھی کی تعریف کرنی ہو تو اس طرح کہے: میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں، اصلیت کو جاننے والا اللہ ہے۔ اور میں اللہ (کے علم) کے مقابلے میں کسی کی خوبی بیان نہیں کر رہا، میں اسے (ایسا) سمجھتا ہوں۔ اگر وہ واقعی اس خوبی کو جانتا ہے (تو کہے!)۔ وہ اس طرح (کی خوبی رکھتا) ہے۔ (متفق علیہ)

معاشرتی مساوات: چونکہ بحیثیت انسان مساوی احترام کی وجہ سے، تمام انسان برابر اور مساوی ہیں اس لیے معاشرتی طور پر تمام افرادِ معاشرہ کا برابر مقام ومرتبہ، تمام انسانوں کا حق قرار دیا گیا اور معاشرتی اونچ نیچ اور امتیازات کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح ہر طرح کے تعصب چاہے وہ علاقائی ہو یا لسانی ہو، رنگ ونسل کی بنیاد پر ہو یا خطہ اور علاقہ کی بنیاد پر سبھی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص (امامِ وقت کی) اطاعت سے نکل گیا اور جماعت چھوڑ دی اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو شخص اندھے تعصب کے جھنڈے کے نیچے لڑا، اپنی عصبیت (قوم، قبیلے) کی خاطر غصے میں آیا یا اس نے کسی عصبیت کی طرف دعوت دی یا کسی عصبیت کی خاطر مارا گیا تو (یہ) جاہلیت کی موت ہوگی اور جس نے میری امت کے اچھوں اور بروں (دونوں) کو مارتے ہوئے ان کے خلاف خروج (بغاوت کا رستہ اختیار) کیا، کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی معاہد کے عہد کا پاس کیا تو نہ اس کا میرے ساتھ کوئی رشتہ ہے، نہ میرا اس سے کوئی رشتہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۴۸)

(۳۵ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مجموعہ مقالات سے ماخوذ، تحریر: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

خوشخبری خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2025

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید
قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر
چھپ کر منظر عام پر آگیا ہے۔

اپنا آرڈر پیشگی بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613